جلد ۱۰ — ۱۷/۲۴ ظہور ۱۳۴۰ ہش مطابق ۴/۱۱ ربیع الاول ۱۳۸۱ھ — ۱۷/۲۴ اگست ۱۹۶۱ء — نمبر ۳۳ و ۳۴

سب سے کامل انسان اور کامل نبی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیں!!

ایک عالم کا عالم مرا ہوا آپؐ کے آنے سے زندہ ہو گیا!!

کلماتِ طیبات حضرت بانیٔ سلسلہ عالیہ احمدیہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرمایا:-

وہ انسان جس نے اپنی ذات سے ۔ اپنی صفات سے ۔ اپنے افعال سے ۔ اپنے اعمال سے ۔ اور اپنے روحانی اور پاک قویٰ کے پُرزور دریا سے کمال تام کا نمونہ علماً و عملاً و صدقاً و ثباتاً دکھلایا اور انسانِ کامل کہلایا ... وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل ۔ اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دُنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مرا ہوا اُس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب **محمد مصطفےٰ** صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ۔ اے پیارے خدا اس پیارے نبی پر وہ رحمت اور درود بھیج جو ابتدائے دنیا سے تو نے کسی پر نہ بھیجا ہو —!!

اگر یہ عظیم الشان نبی دنیا میں نہ آتا تو پھر جس قدر چھوٹے چھوٹے نبی دُنیا میں آئے جیسا کہ یونسؑ اور ایوبؑ اور مسیح بن مریم اور ملاکیؑ اور یحییٰؑ اور زکریاؑ وغیرہ وغیرہ ان کی سچائی پر ہمارے پاس کوئی بھی دلیل نہیں تھی اگرچہ سب مقرب اور وجیہہ اور خدا تعالیٰ کے پیارے تھے یہ اُسی نبیؐ کا احسان ہے کہ یہ لوگ بھی دُنیا میں سچے سمجھے گئے —!!

اَللّٰھُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْن!!

(اتمام الحجہ صفحہ ۲۸)

ملک صلاح الدین ایم اے پرنٹر و پبلشر نے ساما آرٹ پریس امرتسر میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا ۔ پروپرائٹر صدر انجمن احمدیہ قادیان

ہفت روزہ بدر ——— مورخہ ۱۷/۲۴ اگست ۱۹۶۱ء

زہے خلق کامل زہے حسن نام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

شان عظیم الشان انسان جس کے مبارک نام کی طرح اُس کا ہر کام بھی محمدؐ یعنی قابلِ تعریف تھا جس نے اپنی عمر عزیز کی ایک ایک ساعت نوع انسان کی ہمدردی بہی خیرخواہی اور اُس کی سربلندی کے لئے صرف کی۔ وہ جو خلوت پسندی کے باوجود ایک دنیا کو گمراہی میں پا کر خدا تعالیٰ کے حکم سے جلوت میں آیا اور انسان کی خدمت کے لئے اپنی جان مال عزت آبرو کی بھی پرواہ نہ کی ساری قوم دشمن ہو گئی۔ اپنے بیگانے بن گئے۔ وطن سے بے وطن ہونا قبول کیا مگر جس صداقت کا جھنڈا ہاتھ میں اُٹھایا اُسے نیچا نہیں ہونے دیا بلکہ طرح طرح کی مصیبتوں تکلیفوں اور اذیتوں کو جھیل کر لوگوں کے دلوں کو اس صداقت کی طرف موڑ دیا۔

وہ عظیم الشان انسان نے اپنے جانی دشمنوں سے امین و صدوق کا لقب پایا جس کے پاس اہل مکہ کی اُس وقت بھی امانتیں موجود تھیں جب وہ لوگ نادانی سے اپنے محسن حقیقی کو اُس کی پیاری بستی سے نکال دینے یا قتل کر دینے کے پختہ منصوبے بنا رہے تھے حتیٰ کہ جب وہ اس مقدس سرزمین کو خیرباد کہنے پر مجبور ہو گیا تو ایسے خطرناک وقت میں اسے اُن امانتوں کا فکر تھا مبادا کوئی شخص اپنی نادانی کے باعث ان میں دست درازی کرے چنانچہ آپؐ نے اپنے جانثار ساتھی اور چچازاد بھائی حضرت علیؓ کے سپرد یہ کام کیا کہ آپ کے بعد امانتیں حقداروں کے حوالہ کر دی جائیں۔ آپؐ کی ۶۳ سالہ زندگی میں کئی قسم کے اُتار چڑھاؤ آئے مگر ہر موقعہ پر اس جلیل القدر شخصیت نے انسانیت کا اعلیٰ نمونہ دکھایا اور کیوں نہ ایسا ہوتا خدا تعالیٰ نے عرش سے اس کے حق میں فرمایا تھا۔

"اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْم
بیشک تو ایک بزرگ خلق پر قائم ہے!!"

اور اس نے بھی بالہام الٰہی دنیا میں اپنی بعثت کی غرض یہی بتائی اور فرمایا:-

بعثت لاُتمم مکارم الاخلاق
میں اخلاقِ کریمانہ کی تکمیل کے لئے مبعوث ہوا ہوں

یہی وہ جوہر کامل تھا جسے آپؐ کی رفیقۂ حیات نے بھانپ لیا تھا۔ غارِ حرا میں جب سب سے پہلی وحی آپؐ پر نازل ہوئی اور دنیا کی اصلاح کی عظیم ذمہ داریاں آپ کے سپرد کی گئیں تو ان کے احساس سے وقتی طور پر آپؐ کو گھبراہٹ ہوئی اور گھر میں آکر آپ نے حضرت خدیجہؓ سے اس کا ذکر کیا موصوفہ نے سن کر جن الفاظ میں آپ کا حوصلہ بلند کیا وہ رہتی دنیا تک یادگار رہیں گے۔ آپؐ نے فرمایا:-

کَلَّا اَبْشِرْ فَوَاللّٰہِ لَا یُخْزِیْکَ اللّٰہُ اَبَدًا اِنَّکَ لَتَصِلُ الرَّحِمَ وَتَصْدُقُ الْحَدِیْثَ وَتَحْمِلُ الْکَلَّ وَتَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَتَقْرِی الضَّیْفَ وَتُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ۔

نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا بلکہ آپ خوش ہوں خدا کی قسم اللہ تعالیٰ آپ کو اس کام میں جو آپ کے سپرد کیا گیا ہے کبھی رسوا نہیں کریگا کیونکہ آپ صلہ رحمی کرتے ہیں اور ہمیشہ سچ بولتے اور لوگوں کے بوجھ بٹاتے ہیں۔ اور آپ میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو اور لوگوں میں نہیں پائی جاتیں۔ نیز آپ مہمان نواز ہیں اور راستی کی راہ میں جو دکھ پیش آئیں آپ ان کا ازالہ کر کے اس راستی کی اعانت کرتے ہیں۔" (بخاری)

چنانچہ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ خدا تعالیٰ نے جو انسان کا جوہر شناس ہے آپ پر اُس کی نظر انتخاب برحق تھی آپ ہی وہ جوہر قابل تھے جو اس آسمانی پیغام کو نوع انسان کی فلاح و بہبودی کے لئے تن من دھن کی قربانی دیتے ہوئے پہنچانے کی صلاحیت رکھتے تھے اور پھر اس مقصد میں بے نظیر کامیابی بھی حاصل کی۔!!

حضورؐ کی ۶۳ سالہ کامیاب زندگی اس بات کی شاہد ہے کہ آپ محنت کے دلدادہ سستی کاہلی سے کوسوں دور رہنے والے مشقت سے کسی وقت نہ گھبرانے والے بلکہ پیٹ پر پتھر باندھ کر کئی کئی وقتوں کے فاقہ تنگ برداشت کر کے کام میں سرمو کمی نہ آنے دیتے رہے۔

آپؐ کی طبیعت میں خدا تعالیٰ نے قناعت کا نہایت اعلیٰ درجہ کا مادہ پیدا فرما رکھا تھا۔ قدر قلیل پر بھی ہمیشہ آپؐ کی زبان سے شکر و امتنان کے کلمات سُنے گئے۔ گھر آتے ہیں کھانا طلب فرماتے ہیں خشک روٹی کے ساتھ سرکہ پیش کیا جاتا ہے۔ جسے دیکھ کر بار بار فرماتے ہیں:-

نعم الادام الخل نعم الادام الخل
سرکہ بڑا ہی اچھا سالن ہے، سرکہ بڑا ہی اچھا سالن ہے!!

مجبور ہیں کھا کر پانی پی لیتے ہیں اس کو بڑی نعمت گردانتے ہیں شکرگزاری کا یہ وہ نمونہ ہے جسے اگر ہر امتی اپنے لئے مشعل راہ بنالے تو اُس کی زندگی کی کئی پریشانی کی گھڑیاں خودبخود آسودہ حالی سے بدل جائیں!!

اول درجہ کے شجاع اور دلیر!! اپنی رسالت اور عہدہ نبوت پر اس قدر محکم یقین کہ بڑے سے بڑے خطرہ کے وقت بھی پائے استقلال میں ذرہ لغزش نہیں۔ بڑے بڑے خوفناک مواقع پر شجاعت اور دلیری کا شاندار نمونہ دکھایا۔ ہجرت کی رات کس اطمینان اور وقار کے ساتھ گھر کے دروازے پر خونخوار دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے غارِ ثور کی طرف بڑھتے ہیں ——— پھر غار میں ابوبکرؓ جاں نثار ساتھ ہیں اور دشمن غار کے منہ پر پہنچ جاتا ہے ——— ابوبکر گھبرا جاتے ہیں تو آپ نہایت اطمینان سے فرماتے ہیں:

لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا
فکر نہ کیجئے اللہ ہمارے ساتھ ہے!!

جنگِ حنین کے موقع پر جب نومسلموں نے دشمنوں کے مقابل پر کمزوری دکھائی اور وقتی طور پر مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑ گئے تو بڑی جرأت کے ساتھ حضورؐ خود آگے بڑھے اس وقت آپ ایک سفید خچر پر سوار تھے اور بڑے جوش اور جلال کے ساتھ فرماتے تھے:-

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

یعنی میں نبی ہوں جھوٹا نہیں میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں اس لئے اے مخالفو اور حق کے دشمنو! تمہارا مقابلہ میرے ساتھ ہے آؤ اور مجھ پر وار کر کے دیکھ لو!!

کسی یورپین مصنف نے آپ کے حق میں یہ جو کہا ہے کہ

One Mohammad justified all humanity !!

یعنی ایک محمدؐ نے انسانیت کی لاج رکھ لی اُس کا یہ کہنا سراسر حقیقت پر مبنی ہے آپ کی ساری زندگی انسانیت کے لئے صرف ہوئی۔ آپ کی تمام مساعی اور جدوجہد اس کی گواہ ہے۔ فی الحقیقت سچے معنوں میں "انسان" کہلانے کے آپ ہی مستحق ہیں اور بلاشبہ آپ ہی انسان کامل تھے۔ کیونکہ انسان کے لفظی معنے دو اُنسوں (یعنی محبتوں) کا مجموعہ ہیں۔ آپ ہی کی ذات ستودہ صفات حقیقی طور پر ان کی حامل تھی اسلئے کہ خالق و مخلوق کی دو محبتیں آپ ہی کے وجود باجود میں نہایت اکمل و اتم طور پر جمع تھیں ——— مخلوق سے محبت کا بیان کسی قدر اوپر ہو چکا۔ خالق کی محبت اس سے ظاہر ہے کہ آپؐ نے اپنے دشمنوں کے سامنے ان کثرت کے ساتھ خدا تعالیٰ کا نام پیش کیا۔ اور باوجود اُن کی طرف سے ہر قسم کی معاندانہ کوششوں کے حق تعالیٰ کی تبلیغ کا کام نہ چھوڑا حتیٰ کہ وہ یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ عشق محمد علیٰ ربہ کہ محمدؐ تو اپنے رب پر عاشق ہو چکا ہے اُسے تو بس اُس کی دُھن لگی رہتی ہے!!

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ کان یذکر اللہ تعالیٰ فی احیانہ کلہ یعنی حضورؐ ہر دم ذکر الٰہی میں مشغول رہتے ——— پنجگانہ نمازوں میں رات کے نوافل کے وقت، نیز نیند سے بیدار ہوتے تو خدا کا نام لیتے۔ کھانا شروع کرتے اور اُسے ختم کرتے پانی پیتے تو خدا کا ذکر کرتے۔ گھر سے باہر قدم رکھتے یا اندر آتے نیا کپڑا پہنتے یا نیا چاند دیکھتے کوئی افسوسناک خبر سنتے یا کوئی خوشخبری پاتے دوستوں سے ملتے یا دشمنوں سے مقابلہ ہوتا سب مواقع پر حق تعالیٰ کو یاد کرتے!!

وہ عظیم الشان انسان جس نے الفقر فخری کا نعرہ بلند کیا اور اپنے مشفقانہ عملی نمونہ سے ہمیشہ محتاجوں غریبوں کے لئے دلی ڈھارس کے سامان کئے۔ آپ کی یہ غربت ناداری کی وجہ سے نہ تھی بلکہ غیر معمولی جود و سخا کے باعث تھی جو ہاتھ آیا یؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ کا عملی نمونہ دکھاتے ہوئے اُسے محتاجوں غریبوں کو دے ڈالا۔ ابتداء میں حضرت خدیجہؓ سے جب آپ کی شادی ہوئی۔ تو اس نیک خاتون نے اپنا سب مال اپنے مقدس شوہر کی خدمت میں پیش کر دیا کہ جس طرح چاہیں خرچ کریں۔ آپ نے اسے غلاموں کی آزادی اور دوسرے نیک کاموں میں صرف فرمایا!!

بچوں سے آپ کا سلوک نہایت درجہ شفقت و محبت کا تھا راہ چلتے اگر کسی جگہ بچے کھیل رہے ہوتے تو تعلیم کی خاطر خود انہیں السلام علیکم کہتے چھوٹے بچوں کو گود میں بٹھا لیتے تھے اور بسا اوقات صغر سنی کے باعث بچہ کپڑوں پر پیشاب بھی کر دیتا تو برا نہ مناتے!! چھوٹے بچوں سے پیار کرتے اُنہیں سونگھتے۔ ایک ایسے ہی موقعہ کا بیان ہے کہ حضور ایک مجلس میں تشریف فرما تھے حضور کے خورد سال نواسے آ گئے حضورؐ نے اُن سے پیار کیا ایک آدمی نے از راہ تعجب حضور سے دریافت کیا۔ آپ اپنے بچوں کو بھی پیار کر لیتے ہیں؟ فرمایا "ہاں" وہ کہنے لگا "میرے تو دس بچے ہیں مگر میں نے کسی سے کبھی پیار نہیں کیا!" حضورؐ نے فرمایا اگر تمہارے دل سے شفقت پدرانہ غائب ہو چکی ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں!!

(باقی صفحہ ۲)

اخبار احمدیہ

نخلہ ۱۵ اگست (بوقت ۱/۲ ۱۰ بجے صبح) سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی صحت کے متعلق اخبار الفضل میں شائع کردہ آج کی رپورٹ مظہر ہے کہ

کل حضور کو بعد دوپہر اعصابی بےچینی کی تکلیف ہو گئی رات نیند آ گئی اس وقت طبیعت اچھی ہے۔ احباب جماعت خاص توجہ اور التزام سے حضورؐ کی شفا کامل و عاجل اور کام والی لمبی زندگی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔

قادیان ۱۸ اگست محترم صاحبزادہ مرزا وسیم احمد صاحب سلمہ اللہ مع اہل و عیال بفضل تعالیٰ بخیریت پہنچ گئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل متابعت دل صاف کرکے خدا تعالیٰ سے انسان کو ہمکلامی کا شرف بخشتی ہے

حقیقی نجات دہندہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں!!

کلماتِ طیبات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بانیٔ سلسلۂ احمدیہ

"خدا کی طرف سے سچا نجات دہندہ وہ شخص ہے جس کی متابعت سے سچی نجات حاصل ہو۔ یعنے خدا نے اس کے وعظ میں یہ برکت رکھی ہو کہ کامل پیرو اس کا ظلماتِ نفسانیہ اور ادناسِ بشریہ سے نجات پا جائے۔ اور اس میں وہ انوار پیدا ہو جائیں جن کا پاک دلوں میں پیدا ہو جانا ضروری ہے۔ ہاں جب تک پیروی کنندہ کی متابعت میں کسر ہو تب تک ظلماتِ نفسانیہ دور نہیں ہونگے اور نہ انوارِ باطنیہ ظاہر ہوں گے لیکن یہ اس نبی متبوع کا قصور نہیں بلکہ خود وہ مدعی اتباع کا اعراض صوری یا معنوی کی آفت میں گرفتار ہے۔ اور اسی اعراض کی وجہ سے محروم و محجوب ہے، یہی حقیقی علامت ہے جس سے انسان گذشتہ قصوں اور کہانیوں کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ خود طالبِ حق بن کر سچے ہادی اور حقیقی فیض رساں کو شناخت کر لیتا ہے۔ اور اُس تقدس اور نور کو کہ جو کامل اور فیض رساں نبی کی نسبت اعتقاد کیا گیا ہے نہ صرف اپنی آنکھ سے دیکھتا ہے بلکہ اپنی استعداد کے موافق اُس کا مزہ بھی چکھ لیتا ہے اور نجات کو نہ صرف خیالی طور پر ایک ایسا امر قرار دیتا ہے کہ جو قیامت میں ظاہر ہوگا بلکہ جہل اور ظلمت اور شک اور شبہ اور نفسانی جذبات کے عذاب سے نجات پاکر اور آسمانی نوروں سے منور ہوکر اسی عالم میں حقیقتِ نجات کو پا لیتا ہے۔

اب جبکہ سچے نجات دہندہ کی یہی علامت ٹھہری اور یہی طالبِ حق کا مقصودِ اعظم ہے کہ جو اُس کی زندگی کا اصل مقصد اور اُس کے مذہب کے پکڑنے کی علتِ غائی ہے۔ تو سمجھنا چاہیئے کہ یہ علامت صرف حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم میں پائی جاتی ہے۔ اور انہیں کی اتباع سے کہ جو قرآن شریف کی اتباع پر منحصر ہے باطنی نور اور محبتِ الٰہیہ حاصل ہوتی ہے۔ قرآن شریف جو آنحضرت کی اتباع کا مدار علیہ ہے ایک ایسی کتاب ہے جس کی متابعت سے اسی جہان میں آثارِ نجات کے ظاہر ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ وہی کتاب ہے کہ جو دونوں طریق ظاہری اور باطنی کے ذریعہ سے نفوسِ ناقصہ کو مرتبۂ تکمیل پہنچاتی ہے۔ اور شکوک اور شبہات سے خلاصی بخشتی ہے۔

ظاہری طریق سے اس طرح پر کہ بیان اُس کا ایسا جامع دقایق و حقایق ہے کہ جس قدر دنیا میں ایسے شبہات پائے جاتے ہیں کہ جو خدا تک پہنچنے سے روکتے ہیں جن میں مبتلا ہوکر صدہا جھوٹے فرقے پھیل رہے ہیں۔ اور صدہا طرح کے خیالات باطلہ گمراہ لوگوں کے دلوں میں جم رہے ہیں۔ سب کا رد معقولی طور پر اس میں موجود ہے۔ اور جو جو تعلیم حقہ اور کاملہ کی روشنی ظلمت موجودہ زمانہ کے لئے درکار ہے۔ وہ سب آفتاب کی طرح اس میں چمک رہی ہے۔ اور تمام امراض نفسانی کا علاج اُس میں مندرج ہے۔ اور تمام معارفِ حقہ کا بیان اُس میں بھرا ہوا ہے۔ اور کوئی دقیقہ علمِ الٰہی نہیں کہ جو آئندہ کسی وقت ظاہر ہو سکتا ہے۔ اور اس سے باہر رہ گیا ہو۔

اور باطنی طریق سے اس طور پر کہ اُس کی کامل متابعت دل کو ایسا صاف کر دیتی ہے کہ انسان اندرونی آلودگیوں سے بالکل پاک ہوکر حضرتِ اعلیٰ سے اتصال پکڑ لیتا ہے۔ اور انوارِ قبولیت اس پر وارد ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ اور عنایت الٰہیہ اس قدر اُس پر احاطہ کر لیتی ہے کہ جب وہ مشکلات کے وقت دُعا کرتا ہے۔ تو کمال رحمت اور عطوفت سے خداوند کریم اس کا جواب دیتا ہے۔ اور بسا اوقات ایسا اتفاق ہوتا ہے۔ کہ اگر وہ ہزار مرتبہ ہی اپنی مشکلات اور ہجوم غموں کے وقت میں سوال کرے۔ تو ہزار ہا مرتبہ ہی اپنے مولیٰ کریم کی طرف سے نہایت فصیح اور لذیذ اور متبرک کلام میں محبت آمیز جواب پاتا ہے۔ اور الہامِ الٰہی کی بارش کی طرح اس پر برستا ہے۔ اور وہ اپنے دل میں محبتِ الٰہیہ کو ایسا بھرا ہوا پاتا ہے۔ جیسا ایک نہایت صاف شیشہ ایک لطیف عطر سے بھرا ہوتا ہے۔ اور اُنس اور شوق کی ایک ایسی پاک لذت اُس کو عطا کی جاتی ہے۔ کہ جو اُس کی سخت سخت نفسانی زنجیروں کو توڑ کر اس دخانستان سے باہر نکال کر محبوبِ حقیقی کی ٹھنڈی اور دلآرام ہوا سے اس کو ہر دم اور ہر لحظہ تازہ زندگی بخشتی رہتی ہے۔ پس وہ اپنی وفات سے پہلے ہی اُن عنایاتِ الٰہیہ کو بچشمِ خود دیکھ لیتا ہے۔ جن کے دیکھنے کے لئے دوسرے لوگ بعد مرنے کے اُمیدیں باندھتے ہیں۔

اور یہ سب نعمتیں کسی راہبانہ محنت اور ریاضت پر موقوف نہیں بلکہ صرف قرآن شریف کی کامل اتباع سے دی جاتی ہیں۔ اور ہر ایک طالبِ صادق اُن کو پا سکتا ہے۔ ہاں اُن کے حصول میں خاتم الرسل اور فخر الرسل کی بدرجۂ کامل محبت بھی شرط ہے۔ تب بعد محبت نبی اللہ کے انسان اُن نوروں میں سے بقدرِ استعدادِ خود حصہ پا لیتا ہے۔ کہ جو کامل طور پر نبی اللہ کو دی گئی ہیں۔

پس طالبِ حق کے لئے اس سے بہتر اور کوئی طریق نہیں۔ کہ وہ کسی صاحبِ بصیرت اور معرفت کے ذریعے سے خود اس دین متین میں داخل ہوکر اور اتباعِ کلامِ الٰہی اور محبتِ رسولِ مقبول اختیار کرکے ہمارے ان بیانات کی حقیقت کو بچشمِ خود دیکھ لے۔ اور اگر وہ اس غرض کے حصول کے لئے ہماری طرف بصدق دل رجوع کرے۔ تو ہم خدا کے فضل اور کرم پر بھروسہ کرکے اُس کو طریقِ اتباع بتلانے کو تیار رہیں۔ پر خدا کا فضل اور استعدادِ ذاتی درکار ہے۔"

(براہین احمدیہ صفحہ ۲۹۳ - ۳۰۱ حاشیہ در حاشیہ نمبر۲)

خطبہ جمعہ

سچائی کو اپنا شعار بناؤ اور اس پر مضبوطی سے قائم ہو جاؤ

اگر تم ایسا کرو گے تو تمہاری دیگر بہت سی کمزوریاں آپ ہی آپ دور ہو جائینگی

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔ فرمودہ ۱۴ مارچ ۱۹۵۲ء بمقام محمد آباد اسٹیٹ سندھ

سورہٗ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

دنیا میں سینکڑوں ہی نیکیاں موجود ہیں اور بدیاں بھی سینکڑوں موجود ہیں جس طرح بوٹیاں اور بیج آپس میں ملکر نئی نئی شکلیں اختیار کرتے جاتے ہیں۔ اسی طرح

انسانی اخلاق

بھی آپس میں مل کر نئی نئی شکلیں اختیار کرتے چلے جاتے ہیں۔ جیسے سبزیوں اور پھلوں میں سے بعض کڑوے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اور بعض میٹھے بنتے چلے جاتے ہیں۔ اسی طرح انسانی اخلاق میں سے بھی کچھ برے تکلیف دہ اور نقصان پہنچانے والے ہوتے ہیں۔ اور کچھ اچھے اور انسان کے اندر اطمینان کی روح پیدا کرنے والے ہوتے ہیں۔ مگر کچھ چیزیں ایسی ہوتی ہیں۔ جو بنیادی ہوتی ہیں۔ اور انسان کے اخلاق خواہ کتنے ہی بدل جائیں وہ قائم رہتی ہیں۔ اور انسان کے ساتھ ہمیشہ لگی رہتی ہیں۔ وہ انہیں بھولتا نہیں۔ ان میں سے

ایک خُلق صداقت ہے

یہ خُلق وہ ہے جس پر بہت سے اخلاق مبنی ہوتے ہیں۔ گویا بعض دفعہ یہ خُلق بمنزلہ ماں باپ کی حیثیت اختیار کر جاتا ہے اور باقی اخلاق اس سے پیدا ہو کر بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں۔ لیکن عجیب بات ہے کہ جس طرح موت سب سے یقینی چیز ہے لیکن سب سے زیادہ لوگ اُسے بھلاتے ہیں۔ اسی طرح باوجود ایک یقینی چیز ہونے کے لوگ سچائی کو بھول جاتے ہیں۔ جیسے آج تک کوئی انسان ایسا نہیں گذرا۔ جو فوت نہ ہوا ہو۔ مگر مسلمانوں نے یہ عقیدہ رکھنا شروع کر دیا کہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آسمان پر زندہ بیٹھے ہیں۔ حالانکہ ان کے باقی آباؤ اجداد بلکہ انبیاء و اولیاء میں سے بھی ہمیں کوئی ایسا نظر نہیں آتا۔ جو پیدا ہُوا ہو۔ لیکن مرا نہ ہو۔ ایک غلط عقیدہ بنا لینا اور چیز ہے۔ اور واقعہ اور چیز ہے واقعہ یہی ہے کہ ہر انسان جو پیدا ہُوا مرا ہے گویا موت ایک طبعی چیز ہے۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فوت ہوئے تو چونکہ آپ کی بہت سی پیشگوئیاں ایسی تھیں جو ابھی بظاہر پوری نہیں ہوئی تھیں اس لئے

حضرت عمرؓ نے خیال کیا

کہ آپؐ کس طرح فوت ہو سکتے ہیں۔ وہ اپنے گھر سے باہر نکلے۔ اور تلوار سونت کر کھڑے ہو گئے۔ اور کہنے لگے۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم محض وقتی طور پر آسمان پر گئے ہیں تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ یہ بات حضرت ابوبکرؓ تک پہونچی۔ تو آپ باہر تشریف لائے۔ اور سب صحابہؓ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بھی ایک رسول تھے اور آپ سے پہلے جو رسول گذرے وہ سب فوت ہو چکے ہیں۔ اور جب خدا تعالیٰ کا یہ قانون جاری ہے۔ کہ ہر شخص جو پیدا ہُوا ہے مرے گا تو تمہارا رسول اس قانون سے کس طرح بچ سکتا ہے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ سارے رسول فوت ہو چکے ہیں۔ بلکہ آگے فرمایا۔ افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ اگر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں یا قتل کر دیئے جائیں۔ تو کیا تم اپنا دین چھوڑ دو گے۔ اور کیا آپ کے فوت ہو جانے سے تمہارا دین بدل جائے گا۔ مثلاً تم سب لوگ قریباً زمیندار طبقہ سے تعلق رکھتے ہو۔

ایک شخص تمہیں بتاتا ہے

کہ اگر تم اس طرح ہل چلاؤ گے۔ اس طرح بیج ڈالو گے۔ اور پھر اس طرح پانی دو گے تو تمہیں فائدہ ہوگا۔ پھر وہ شخص فوت ہو جائے۔ تو کیا یہ قاعدہ بدل جائے گا۔ کیا اس کے مر جانے کی وجہ سے گندم بونے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ یقیناً تم میں سے ہر شخص یہی کہے گا۔ کہ اس شخص کے مرنے سے یہ قاعدہ نہیں بدلے گا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم فوت ہو جائیں۔ تو کیا تمہارا دین بدل جائے گا؟ اصل سوال تو یہ ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کیا وہ سچ تھا اور اگر خدا تعالیٰ نے جو کچھ فرمایا تھا وہ سچ تھا تو آپ کے فوت ہو جانے سے وہ جھوٹ کیوں بن جائے گا۔ سچ سچ ہی رہے گا۔ راستیاں اور سچائیاں نہ بدلنے والی چیزیں ہیں۔ ہاں بعد میں لوگ ان میں بعض چیزیں ملا بھی دیتے ہیں۔ لیکن آہستہ آہستہ خدا تعالیٰ ایسے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ کہ بعد میں ملی ہوئی باتیں دور ہو جاتی ہیں۔ پس

صداقت ایک بنیادی چیز ہے

اور اس سے اور کئی اخلاق نکلتے ہیں۔ کبھی وہ اخلاق صداقت سے دور ہو جاتے ہیں اور کبھی اس کے تابع ہو جاتے ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک دفعہ ایک شخص آیا۔ اور اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ میں تین گناہوں میں مبتلا ہوں۔ میں نے انہیں چھوڑنے کی بہت کوشش کی ہے۔ لیکن یہ گناہ مجھ سے چھٹتے نہیں۔ اور وہ گناہ جھوٹ۔ شراب پینا اور بدکاری کرنا ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم مجھ سے ایک سودا کر لو۔ اور وہ سودا یہ ہے کہ تم ایک گناہ یعنی جھوٹ بولنا چھوڑ دو۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو تم باقی دو گناہوں سے بھی بچ جاؤ گے۔ اس نے کہا یہ تو نہایت آسان بات ہے۔ ایک گناہ میں چھوڑ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے

جھوٹ بولنا چھوڑ دیا

چند دن کے بعد وہ پھر واپس آیا۔ اور اس نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ میں نے ایک گناہ چھوڑا تھا باقی دونوں گناہ تو آپ ہی آپ چھٹ گئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا باقی دو گناہ کیسے چھٹ گئے۔ اس نے کہا یا رسول اللہ میرا دل چاہا کہ شراب پیوں۔ مگر مسلمانوں کا ماحول تھا۔ میں نے خیال کیا کہ اگر میں نے شراب پی۔ تو مسلمان بُرا منائیں گے۔ پھر خیال آیا کہ چوری چھپے پی لوں۔ لیکن پھر خیال آیا کہ اگر آپؐ نے پوچھ لیا کہ کیا تم نے شراب پی ہے اور میں نے انکار کیا تو یہ جھوٹ ہوگا۔ اور جھوٹ نہ بولنے کا وعدہ میں نے آپؐ سے کیا ہے۔ اور اگر اقرار کر لیا۔ تو اس کی سزا پاؤں گا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ شراب نہیں پیوں گا۔ تاکہ میں جھوٹ سے بچا رہوں۔ اسی طرح بدکاری کی تھی۔ چونکہ میں نے وعدہ کیا تھا۔ کہ میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ اس لئے اس کے نتیجہ میں میں نے بدکاری کو چھوڑ دیا۔ کیونکہ اگر میں بدکاری کرتا۔ اور پھر انکار کر دیتا کہ میں نے ایسا نہیں کیا۔ تو یہ جھوٹ ہوتا اور اگر اقرار کرتا تو سزا پاتا۔ پس میں نے فیصلہ کیا کہ بدکاری بھی نہیں کروں گا تا آپ کے پاس جھوٹ نہ بولنا پڑے۔ پس

سچائی ایک بنیادی چیز

ہے۔ اور اگر تم سچائی پر قائم رہو گے تو باقی بُری عادتیں آپ ہی آپ چھٹ جائیں گی۔ سچائی ایک اہم ترین چیز ہے۔ اور انسانی قلب پر ایسی چوٹ لگاتی ہے کہ سختی سے سخت دل بھی ہل جاتا ہے۔ پرانے زمانہ کا ایک واقعہ ہے۔ حضرت سید عبد القادر جیلانی رح ابھی بچے ہی تھے کہ ان کی والدہ نے انہیں اپنے بھائی کے پاس بھیجا جو ایک بہت بڑے تاجر تھے۔ آپ کی والدہ نے آپ کے گرم کپڑے میں جو پرانا ہو جاتے تو لوگ اُسے گدڑی کہتے ہیں۔ چند اشرفیاں سی دیں اور کہا وہاں پہنچ کر یہ اشرفیاں نکلوا لینا اتفاق کی بات ہے کہ جس قافلہ میں آپ جا رہے تھے اس پر ڈاکہ پڑا۔ اور ڈاکوؤں نے سب افراد کو لوٹ لیا۔ لیکن سید عبد القادر جیلانی رح کو بچہ سمجھ کر چھوڑ دیا اور یہ خیال کیا کہ اس کے پاس کیا ہوگا۔ لیکن ڈاکوؤں میں سے کسی نے ان سے بھی پوچھ لیا۔ کہ کیا تمہارے پاس بھی کچھ ہے۔ آپ نے کہا ہاں میرے پاس اتنی اشرفیاں ہیں۔ ڈاکوؤں نے دریافت کیا وہ اشرفیاں کہاں ہیں۔ آپ نے گرم کپڑے کی طرف اشارہ کر کے بتایا کہ اشرفیاں اس میں سی ہوئی ہیں۔ ڈاکوؤں کا سردار اس ڈاکو پر جو آپ سے باتیں کر رہا تھا ناراض ہُوا۔ اور کہا۔ اس بچہ کے پاس کیا ہوگا

تم یونہی وقت ضائع کر رہے ہو

اسے چھوڑ دو۔ لیکن اس نے کہا یہ کہتا ہے میرے پاس اتنی اشرفیاں ہیں۔ چنانچہ گدڑی کو پھاڑا گیا تو اس میں سے اشرفیاں نکل آئیں سردار بہت حیران ہُوا۔ اور اس نے سید عبد القادر صاحب جیلانی رح سے کہا کہ بے وقوف بچے ہمیں پتہ بھی نہیں تھا کہ تمہارے پاس کچھ ہوگا۔ اس لئے ہم نے تمہیں چھوڑ دیا تھا تم چپکے کیوں نہ رہے تم نے یہ کیوں نہ کہہ دیا میرے پاس کچھ نہیں۔ ہو سکتا ہے سید عبد القادر جیلانی رح بوجہ بچہ ہونے کے سچائی کی اہمیت کو نہ سمجھتے ہوں۔ لیکن وہ یہ ضرور جانتے تھے کہ سب کو سچ ہی

کہنا چاہیئے۔ اور نہیں کو نہیں کہنا چاہیئے انہوں نے ڈاکوؤں کے سردار سے کہا۔ جب میرے پاس اشرفیاں تھیں تو میں کیوں کہتا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔ آپ کی اس بات کا سردار پر ایسا اثر ہوا کہ اس نے

آئندہ ڈاکہ ڈالنا چھوڑ دیا

اس نے خیال کیا کہ ایک بچہ تو جھوٹ کو جھوٹ کہتا ہے اور سچ کو سچ کہتا ہے اور ایسا کہنے میں کوئی ڈر محسوس نہیں کرتا لیکن میں جو اتنا بڑا ہوں ڈاکے ڈالتا ہوں اور جب حکومت پوچھتی ہے کہ کیا تم نے فلاں ڈاکہ ڈالا ہے تو میں جھوٹ بول دیتا ہوں کہ میں اس رات فلاں جگہ گیا ہوا تھا۔ مجھے علم نہیں۔ چنانچہ آپ کے اسی نمونہ کی وجہ سے یہ مثل مشہور ہو گئی "چور دل قطب بنایا" کیونکہ بچپن میں ہی آپ کے منہ سے ایک ایسی بات نکلی جس کی وجہ سے ڈاکوؤں کے ایک سردار کی اصلاح ہو گئی۔ اسی طرح ہماری جماعت میں بھی

ایک واقعہ موجود ہے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر عیسائیوں کی طرف سے ایک مقدمہ چلایا گیا تھا۔ شروع شروع میں انگریز قانون کی پابندی کی عادت ڈالنے کے لئے بڑی سختی سے کام لیتے تھے۔ آپ نے ایک مضمون لکھا اور چھپوانے کیلئے ایک عیسائی کے پریس میں بھجوایا۔ اس پریس سے آپ عموماً رسالے اور کتب شائع کروایا کرتے تھے۔ آپ نے اس مضمون کے ساتھ پیکٹ میں ایک رقعہ بھی ڈال دیا۔ آج کل تو ایسا کرنے میں کوئی ہرج نہیں سمجھا جاتا۔ لیکن ان دنوں اس جرم کی سزا چھ ماہ قید یا ۵۰۰ روپے جرمانہ تھی۔ اگرچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس عیسائی کے بہت بڑے گاہک تھے۔ لیکن چونکہ آپ عیسائیت کے خلاف لٹریچر شائع کروایا کرتے تھے اس لئے اسے آپ سے بغض تھا۔ اس نے سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات کے پاس رپورٹ کر دی وہ بھی انگریز تھا۔ اس نے

عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا

اس مقدمہ کا فیصلہ کرنے کیلئے بھی ایک انگریز افسر کا تقرر کیا گیا۔ آپ کی طرف سے جو وکیل مقرر کیا گیا تھا اس نے کہا کہ مرزا صاحب آپ نے پیکٹ میں خط ڈالا تھا اور اس عیسائی نے پیکٹ کھولا ہے اس بات کا کوئی اور گواہ نہیں۔ اس لئے اگر آپ کہہ دیں کہ میں نے خط نہیں ڈالا تو مقدمہ ختم ہو جائے گا۔ اس جرم کے آپ خود ہی گواہ ہیں اور قانون مدعا علیہ کو آزادی دیتا

ہے کہ وہ جس طرح چاہے عدالت میں بیان دے دے۔ آپ نے فرمایا جب یہ سچی بات ہے کہ میں نے پیکٹ میں رقعہ ڈالا تھا تو میں جھوٹ کیوں بولوں۔ وہ عیسائی بھی جانتا تھا کہ آپ جھوٹ نہیں بولیں گے۔ اس لئے اس نے جج سے کہہ دیا تھا کہ مرزا صاحب سے ہی پوچھ لیں یہ اس بات کا اقرار کریں گے کہ انہوں نے واقعہ میں پیکٹ میں رقعہ بند کر دیا تھا۔ اس کے اشارہ پر سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات نے بھی کہہ دیا کہ مدعا علیہ سے ہی پوچھ لیا جائے کہ کیا اس نے پیکٹ میں رقعہ بند نہیں کیا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں نے رقعہ ضرور ڈالا ہے۔ لیکن وہ رقعہ اس رسالے کے متعلق تھا اور اس کی چھپوائی کے متعلق بعض ہدایات دی گئی تھیں۔ کوئی الگ خط نہیں تھا اور مجھے علم نہیں تھا کہ ایسا کرنا جرم ہے

اس پر بحث شروع ہو گئی

اور سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات نے کہا کہ یہ لوگ قانون شکنی کے عادی ہیں انہیں ضرور سزا دی جائے۔ جج بھی انگریز تھا سپرنٹنڈنٹ ڈاک خانہ جات بھی انگریز تھا۔ اور رپورٹ کرنے والا بھی انگریز تھا۔ اور یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عیسائیت کا مقابلہ کرنے کی وجہ سے بغض رکھتے تھے۔ لیکن پھر بھی باوجود سپرنٹنڈنٹ ڈاکخانہ جات کے زور دینے کے مجسٹریٹ نے کہا۔ جس شخص نے عدالت میں سچ بولا ہے میں اسے کوئی سزا نہیں دوں گا۔ چنانچہ اس نے آپ کو بری کر دیا۔ اس نے کہا یہ خود ہی گواہ تھے۔ لیکن پھر بھی اقرار کر رہے ہیں۔ اس سے زیادہ نیک نیتی اور کیا ہو گی۔ میں انہیں سزا نہیں دوں گا۔ پس

سچائی ہمیشہ دل کو موہ لیتی ہے

اور یہ عظیم الشان نیکیوں میں سے ہے لیکن جس طرح لوگ موت کو بھول جاتے ہیں اسی طرح اسے بھی بھول جاتے ہیں۔ باوجود اس کے کہ یہ ایک یقینی چیز ہے۔ آخر سچائی کس چیز کا نام ہے۔ سچائی میں تمہیں کوئی یہ نہیں کہتا کہ پہاڑ کودو۔ دریا پار کرو۔ رات دن ورزش کرو یا فلاں کتاب پڑھتے رہو۔ سچائی نام ہے اس چیز کا کہ تم ہے کو ہے کہو۔ اور نہیں کو نہیں کہو۔ مثلاً ایک دیوار ہے۔ سچائی کہتی ہے کہ جب تم سے کوئی پوچھے کہ یہ کیا چیز ہے تو تم کہدو یہ دیوار ہے اس میں نہ سائنس پڑھنے کی ضرورت ہے۔ نہ تمہیں جوڑو ذکر کی ضرورت ہے اور نہ کسی محنت کی ضرورت ہے۔ یا کپڑا ہے تمہارے پاس کوئی شخص آئے اور دریافت کرے

کہ یہ کیا ہے تو تم کہدو یہ کپڑا ہے یا دھوپ کہ یہ روشنی کس کی ہے تو تم کہہ دو یہ روشنی سورج کی ہے اور یہ بات ہر چھوٹا اور بڑا۔ جوان اور بوڑھا۔ عالم اور جاہل کہہ سکتا ہے اس میں کسی محنت کی ضرورت نہیں لیکن پھر بھی لوگ سچائی سے بھاگتے ہیں تم اکثر لوگ ایسے دیکھو گے جو کسی وجہ سے یا بلاوجہ سچ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اب

دیکھنے والی بات یہ ہے

کہ صاف بات کیوں پوشیدہ ہو جاتی ہے اور جھوٹ کہاں سے پیدا ہوتا ہے اگر اس چیز پر غور کیا جائے اور وقت پر اصلاح کر لی جائے تو یہ نقص دور ہو سکتا ہے۔ شروع میں جھوٹ بچوں میں آتا ہے اور ماں باپ کے ذریعہ آتا ہے مثلاً بچہ لیٹا ہوا ہوتا ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوتی ہیں۔ اٹھنا بیٹھنا اسے آتا نہیں۔ ماں باپ سمجھتے ہیں کہ یہ کچھ سمجھتا نہیں وہ ماں کو دیکھ کر روتا ہے تو باپ ماں سے کہتا ہے تم اس کی نظر سے اوجھل ہو جاؤ تو یہ چپ کر جائے گا۔ بچہ جانتا ہے کہ فلاں عورت میری ماں ہے۔ اور اب وہ چھپ گئی ہے وہ چپ کر جاتا ہے لیکن دراصل وہ جھوٹ ہوتا ہے۔ اور ہے کو نہیں کہہ دیا جاتا ہے۔ اور بچہ سمجھتا ہے کہ ہے کو نہیں کہہ دینا اور نہیں کو ہے کہہ دینا بھی ایک فن ہے۔ پھر جب بچہ بڑا ہو جاتا ہے اور چلنے پھرنے لگ جاتا ہے تو ماں باپ سمجھتے ہیں کہ فلاں چیز کھانے سے بچہ کو بدہضمی ہو جائے گی۔ اس لئے وہ بلیٹ چھپا لیتے ہیں اور کہتے ہیں وہ چیز ختم ہو گئی۔ حالانکہ وہ الماری صندوق یا باورچی خانہ میں پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ بچہ جانتا ہے کہ وہ چیز چھپائی گئی ہے۔ اور سمجھتا ہے کہ

یہ بھی ایک فن ہے

کہ ہے کو نہیں اور نہیں کو ہے کہہ دیا جائے یا مثلاً ماں باہر گئی ہوتی ہے بچہ روتا ہے تو بہن بھائی اس کا دل بہلانے کے لئے کہہ دیتے ہیں کہ اماں آ رہی ہے۔ لیکن یہ بات واقعہ کے خلاف ہوتی ہے۔ بچہ جانتا ہے کہ یہ بات درست نہیں اور سمجھتا ہے کہ یہ بھی ایک عمدہ ترکیب ہے کہ ہے کو نہیں کہہ دیا جائے اور نہیں کو ہے کہہ دیا جائے پھر مذاق شروع ہو جاتا ہے۔ ماں باپ یا بہن بھائی مذاق سے کو نہیں اور نہیں کو ہے کہہ دیتے ہیں اور بچہ سمجھتا ہے کہ متواتر ہے کو نہیں اور نہیں کو ہے کہا جا سکتا ہے تم اسے گھوڑا دیتے ہو۔ اور پوچھتے ہو یہ کیا ہے تو وہ کہتا ہے یہ گھوڑا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ یہ اصل گھوڑا نہیں لیکن تم اس سے نہیں کو ہے کہلوا رہے ہو۔ پس ماں باپ بچہ کو جھوٹ کی تربیت دیتے ہیں۔

وہ سمجھتے ہیں کہ اس طرح وقت گذر جائے گا یا بچہ رو رہا ہے تو اس کا دل بہل جائے گا۔ لیکن بچہ کے دماغ میں گو تفصیلی طور پر جھوٹ نہیں آتا مگر وہ یہ سمجھتا ضرور ہے کہ تم نے نہیں کو ہے اور ہے کو نہیں کہہ دیا ہے اور بڑے ہو کر اسے

جھوٹ کی عادت ہو جاتی ہے

اور جب وہ سمجھتا ہے کہ جھوٹ بولنے سے عارضی فائدہ ہو جاتا ہے تو وہ جھوٹ بولنے لگ جاتا ہے۔ پھر غصہ، لالچ، محبت اور خوف بھی جھوٹ میں ممد ہو جاتے ہیں۔ غصہ کی حالت میں جب انسان یہ دیکھتا ہے کہ اس کا دشمن طاقتور ہے اور وہ اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تو وہ کہہ دیتا ہے یہ جھوٹ بولتا ہے یا وہ کسی پر افترا کرتا ہے۔ اور اسے گورنمنٹ پکڑ لیتی ہے تو وہ کہتا ہے میں نے تو ایسا نہیں کہا۔ اسی طرح لالچ ہے۔ انسان جب یہ دیکھتا ہے فلاں چیز بڑی عمدہ ہے اور وہ چاہتا ہے کہ وہ چیز میرے پاس ہو لیکن وہ اسے حاصل نہیں کر سکتا تو عدالت میں جا کر جھوٹ بول دیتا ہے۔ اور کہہ دیتا ہے کہ یہ چیز میری ہے فلاں شخص نے زبردستی مجھ سے چھین لی ہے حالانکہ وہ خوب سمجھتا ہے کہ وہ چیز اس کی نہیں۔ لیکن چونکہ بچپن میں اس نے یہ گر سیکھ لیا ہوتا ہے کہ

جھوٹ سے عارضی فائدہ ہو جاتا ہے

اس لئے وہ جھوٹ بول دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں بالکل اسی طرح کہہ رہا ہوں جس طرح میری ماں کہیں باہر گئی ہوتی تھی۔ اور بہن بھائی میرا دل بہلانے کے لئے کہہ دیتے تھے کہ وہ اماں آ گئی اگر ماں باپ کوئی چیز میرے لئے مضر سمجھتے تھے تو اسے چھپا لیتے تھے لیکن مجھے چپ کرانے کے لئے کہہ دیتے تھے کہ وہ چیز ختم ہو گئی ہے۔ پھر محبت ہے۔ محبت کا جذبہ بھی جب جوش میں آتا ہے تو انسان بعض اوقات جھوٹ بول جاتا ہے۔ اسی طرح خوف ہے۔ خوف کی وجہ سے بھی انسان بعض اوقات سچائی کو ترک کر دیتا ہے اور جھوٹ بول دیتا ہے۔ اگر جھوٹ کو نکال دیا جائے تو دنیا اتنی خوبصورت بن جاتی ہے کہ اس کی حد نہیں رہتی

میں جب دورہ پر آتا ہوں

تو لوگ کئی تنازعات میرے پاس لے آتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ یہ تنازعات انجمن میں لے جاؤ۔ لیکن پھر بھی وہ رقعے دیتے جاتے ہیں۔ اور فریقین میں سے ایک فریق ضرور جانتا ہے کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے۔ مثلاً ایک شخص کہتا ہے۔ فلاں نے میرے اتنے روپے دینے ہیں لیکن وہ دیتا نہیں تو یہ ایسی بات نہیں کہ اس کے لئے اجتہاد میں غلطی ہو گئی ہو۔ یا تو مدعی جھوٹ بول رہا

ہوتا ہے کہ فلاں شخص نے میرے اتنے روپے دینے ہیں۔ حالانکہ اس نے روپے دینے نہیں ہوتے اور یا پھر مدعا علیہ نے روپے دینے ہوتے ہیں۔ لیکن وہ جھوٹ بول دیتا ہے کہ میں نے اس کے روپے نہیں دینے۔ بہرحال دونوں میں سے ایک فریق ضرور جھوٹا ہوتا ہے۔ اگر لوگ سچائی سے کام لیں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں۔ یورپ میں ڈپلومیسی کے باوجود

سچائی کا وصف

پایا جاتا ہے۔ سو میں سے پندرہ آدمی ایسے ہوں گے جو جھوٹ بولیں گے۔ باقی عدالت میں صاف طور پر کہہ دیں گے کہ مدعی کا بیان سچا ہے اور جج فیصلہ کر دے گا لیکن سچائی کو ترک کر دینے سے معاملہ پیچیدہ ہوتا جائے گا۔ پھر جس کے خلاف جھوٹ بولا جاتا ہے۔ اس کے دل میں بدظنی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور آہستہ آہستہ وہ سمجھنے لگ جاتا ہے کہ سب لوگ مارے ہیں۔ قصور ایک شخص نے کیا ہوتا ہے۔ لیکن وہ سمجھتا ہے کہ سارے لوگ ہی ایسے ہیں۔ اور جو شخص یہ سمجھے گا کہ ساری دنیا گندی ہے۔ وہ خود بھی گندا ہو جائے گا۔ عیسائیت کو دیکھو۔ عیسائیت کہتی ہے بدی ایک فطری چیز ہے اس لئے کوئی عیسائی نیک بننے کی کوشش نہیں کر سکتا۔ اتفاقاً کوئی عیسائی نیک بن جائے تو یہ اور بات ہے ورنہ موجودہ عیسائیت کسی کو نیک نہیں بناتی۔ کیونکہ وہ کہتی ہے کہ بدی ایک فطری چیز ہے اور جو شخص فطرۃً گندہ ہے۔ وہ نیک کس طرح بن سکتا ہے۔ ہاں جس عیسائی نے اپنے مذہب پر غور نہ کیا ہو اور اس کی غیرت سلامت ہو تو وہ باوجود عیسائیت کے نیک ہو جائے گا۔ لیکن اس کا نیک ہونا بوجہ عیسائیت کے نہیں ہوگا۔ پس تم سچائی کو اختیار کرو۔ تمہارے اندر اگر کوئی افسر ہے اور اس نے ماتحت میں اگر کسی سے کچھ وعدہ کیا ہے تو اس میں حرج ہی کیا ہے کہ وہ کہہ دے کہ میں نے فلاں سے وعدہ کیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے سارے ماتحت یہ کہیں گے اس سے غلطی ہو گئی ہے۔ اگر اس سے غلطی ہو گئی ہے تو کیا بات ہے۔ لیکن جب وہ جھوٹ بولتا ہے تو ماتحت کہتا ہے کہ میں اسے ذلیل کر کے چھوڑوں گا۔ اسی طرح ہزاروں اور دوسرے کارکن بھی سچائی کو معیار قرار دے لیں تو اس کا لازماً نتیجہ ہوگا کہ ہزاروں لوگ صداقت کی طرف مائل ہو جائیں گے۔ میں نے بارہا سنایا ہے کہ

جھنگ کے ایک دوست

مغلہ نامی احمدی ہو گئے۔ اتفاق سے وہ ربوہ کے قریب کے علاقہ کے ہی ہیں۔ جب وہ احمدی ہوئے تو انہیں بتایا گیا کہ ہمیشہ سچ بولا کرو۔ اس پر انہوں نے جھوٹ بولنا ترک کر دیا۔ ان کی قوم چور تھی اور دشمن کے جانور چرا لینا فخر کی بات سمجھتی تھی۔ مغلہ کے بھائیوں اور دوسرے رشتہ داروں کو جب یہ پتہ لگا کہ وہ احمدی ہو گیا ہے۔ تو انہوں نے اس کے ساتھ کھانا پینا ترک کر دیا اور کہا کہ تم کافر ہو گئے ہو۔ اور ادھر لوگوں کو یہ پتہ لگا کہ مغلہ سچ بولنے لگ گیا ہے۔ جب اس کے بھائی کسی کے جانور چرا کر لاتے اور لوگ اکٹھے ہو جاتے تو وہ کہتے ہم قرآن اٹھا لیتے ہیں کہ ہم نے تمہارا مال نہیں چرایا۔ لیکن وہ کہتے

تمہاری قسم پر ہمیں اعتبار نہیں

مغلہ اگر کہہ دے کہ تم نے ہمارا مال نہیں چرایا تو ہم مان لیں گے۔ بھینسیں گھر میں آئی ہوئی ہوتی تھیں۔ وہ مغلے کی آنکھوں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتی تھیں۔ جب ان سے گواہی لی جاتی تو وہ کہہ دیتے کیا تم بھینسیں چرا کر نہیں لائے۔ بعض اوقات ان کے بھائی انہیں مارتے اور اتنا مارتے کہ انہیں یقین ہو جاتا کہ اب مغلہ ان کے حق میں گواہی دے گا۔ چنانچہ وہ اسے باہر لاتے اور کہتے کیوں مغلے کیا ہم نے ان کی بھینسیں چرائی ہیں وہ کہہ دیتے کہ جب تم نے بھینسیں چرائی ہیں تو میں کس طرح کہوں کہ تم نے بھینسیں نہیں چرائیں۔ انہوں نے مجھے خود بتایا کہ میں شروع میں بہانہ بنا دیا کرتا تھا کہ میں تو کافر ہوں۔ اور کافر کی گواہی کا اعتبار ہی کیا۔ لیکن وہ کہتے کہ تم کافر تو ہو لیکن تم سچ بولتے ہو۔

اس کا اتنا اثر ہوا

کہ سارا علاقہ یہ کہنے لگ گیا کہ احمدی کافر ہوتے ہیں لیکن سچ بولتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ مزیدار اور کیا چیز ہوگی کہ کوئی کہے تم کافر ہو۔ لیکن رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے سچے عاشق ہو۔ تم کافر ہو لیکن خدا تعالےٰ کے سچے عاشق ہو۔ تم کافر ہو لیکن

دین کے سچے خادم ہو

اور بڑھتے بڑھتے یہ چیز اس حد تک چلی جائے گی کہ دشمن کی اولاد کہے گی یہ کافر کیسے ہو سکتے ہیں۔ یہ تو خدا اور اس کے رسول کے سچے عاشق ہیں۔ ان کے ماں باپ بیشک تمہیں کافر کہتے جائیں۔ لیکن جب تم اپنا نمونہ پیش کرو گے تو ان میں سے ہر ایک یہ ماننے لگ جائے گا کہ تم کچھ اور بن گئے ہو۔ پس تم اپنے اندر

سچائی پیدا کرو

پھر باقی خوبیاں تم میں آسانی سے پیدا ہو جائیں گی۔

نعت رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم

از حضرت قاضی محمد ظہور الدین صاحب اکمل ربوہ

مَیں کیا لکھوں گا مدح رسولِ کریم کی
آیت عطا ہوئی جسے فضلِ عظیم کی

واخفض کا مومنین کے لئے جسکو حکم ہے
ظاہر ہوئیں صفات رؤف و رحیم کی

وہ جس نے حولِ عرش پہ پہنچا دیا ہمیں
یوں قدر ہے بڑھائی زمینِ کی ادیم کی

وہ جس کی انگلیوں سے بہیں نہریں شیر کی
ہاں ہاں وہی کہ چاند کی ٹکڑی دو نیم کی

یعنی کہ پارہ پارہ ہوئی سلطنتِ عرب
توحید کی شہی ہے عطا اس کریم کی

وہ جس کے جلوے طور ہزاروں میں نور کے
عیسٰی نبی ہی تک ہے خلافت کلیم کی

پھر ایک اور بدرِ درخشاں کا ہے ظہور
بعثت مسیح و مہدیٔ ربِّ رحیم کی

محمود کے مقام سے پہنچی منارہ پر
اُمت محمدی ہے سلیل ابراہیم کی

اکمل ہے فیضیاب بروزِ محمّدی
نعمت عطا ہوا اسکو بھی قلبِ سلیم کی

یادداشت

سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بحساب قمری بعمر چالیس سال سات ماہ اور بحساب شمسی ۳۹ سال ۳ ماہ ۱۶ دن سورۃ علق کی ابتدائی آیات اقرأ باسم ربك الذی خلق ۔۔۔۔۔۔۔ تا الآیہ نازل ہوئیں۔ یہ ۱۷ رمضان المبارک مطابق ۲۸ جولائی سنہ ۶۱۰ء دوشنبہ کا روز تھا۔ حضور صلعم کی وفات سے ۹ دن پہلے یعنی ۳ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ یوم شنبہ سورۃ نسار کی آخری آیات نازل ہوئیں !!

(مرسلہ حضرت قاضی اکمل صاحب ربوہ)

زکوٰۃ

زکوٰۃ اس لئے دی جاتی ہے کہ تا اللہ تعالےٰ کے ساتھ سچی محبت اور حقیقی تعلق پیدا ہو۔ اس کی رضا جوئی اور محبت میں استقامت حاصل ہو۔ ایثار و قربانی کا مادہ پیدا ہو۔ اور حرص و بخل کی بیخ کنی ہو۔

زکوٰۃ دینے سے مالوں میں کمی نہیں آتی بلکہ ادائیگی زکوٰۃ اموال کو بڑھاتی اور تزکیہ نفوس کرتی ہے۔

ناظر بیت المال قادیان

انقلابِ حقیقی کا علمبردار ـــــ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم

یارب صل علیٰ نبیک دائماً ـ فی ہذہ الدنیا و بعث ثان

از مکرم مولوی شریف احمد صاحب امینی انچارج احمدیہ مسلم مشن مدراس

تاریخِ عالم مجموعۂ انقلابات

تاریخ عالم اپنے دامن میں کتنے ہی انقلابات کو لئے ہوئے ہے۔ زمانہ کا ہر دور ایک نیا انقلاب اپنے ہمراہ لایا ان انقلابات کے پیچھے کہیں حسن و عشق کہیں ذلت و اقتدار اور کہیں مادیت و روحانیت کی کشمکش نظر آتی ہے کبھی جور و ظلم اور جبر و استبداد نے تاریخ کے صفحات کو زنگدار کر دیا۔ تو کبھی عدل و انصاف۔ حق و صداقت اور اخلاق و روحانیت نے غلبہ و فتح پا کر اس ظلمت کدہ کو بقعۂ نور اور اس دار المحن کو جنت نظیر بنا دیا۔ ابتدائے آفرینش سے ہی "انسانیت" گرتی پڑتی بحر ظلمات میں ڈوبتی ابھرتی اور مراحل انقلابات میں سے گذرتی اُفتاں و خیزاں اپنے منزل مقصود کی طرف جا رہی ہے۔ ایک ہی حالت میں رہنا نہ تو مقصود حیات ہے۔ اور نہ ہی "انسانیت" کے شایان۔ حرکت میں برکت ہے۔ انقلاب حرکت کا طالب و متقاضی ہے۔ ہاں البتہ جو حرکت صحیح لائنوں پر ہوگی وہی انسان کو اس کے مقصود سے قریب کر دے گی۔ اور انجام کار وہ حصول مقصد میں کامیاب و کامران ہوگا۔

چھٹی صدی میں دنیا کی حالت

تاریخ عالم کی ورق گردانی کرتے ہوئے جب ہم ذرا چودہ سو سال پیچھے کی طرف نگاہ کرتے ہیں۔ تو ہمیں نظر آتا ہے۔ کہ الحاد و ضلالت۔ فتنہ و فساد اور ظلم و جور کی ظلمت و تاریکی نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ بے دینی و بے راہ روی کا دور دورہ ہے۔ مخلوق کے دل عشق الٰہی سے خالی اور شرک و کفر سے معمور ہیں۔ معبود حقیقی کی جگہ معبودانِ باطلہ نے لے لی ہے۔ اجرام فلکی، اشیاء ارضی، بت۔ کہیں ملجا و ماویٰ ہیں عرب میں "بیت اللہ" کے محافظ اور عقیدت مند اسی اللہ کے گھر کو تین سو ساٹھ بتوں کا مسکن بنا کر اُن کے آگے سر بسجود نظر آتے ہیں۔ توحید الٰہی انہیں بتوں میں گم ہو کر رہ گئی۔ اشرف المخلوقات "انسان" کا "مقصد تخلیق و حیات" کیا تھا؟ وہ سب نظر انداز اور فراموش ہے۔ انسان پر انسانیت کی بجائے حیوانیت و بہیمیت کا غلبہ تھا۔ روحانیت کے اعتبار سے اُن کے دل مُردہ۔ آنکھیں اندھی اور کان بہرے تھے۔ جس کی لاٹھی اُس کی بھینس۔ یہ اُن کا محبوب نصب العین تھا۔ اور اس نصب العین کے حصول کے لئے ہر ظلم روا اور ہر گناہ جائز تھا۔ قرآن مجید نے کیسے مختصر مگر جامع اور مانع الفاظ میں تاریخ کے اس ظلماتی دور کا نقشہ کھینچا ہے

"ظھر الفساد فی البر و البحر"

کہ خشکی اور تری اور جزائر و براعظموں میں فتنہ و فساد غالب آ گیا تھا یہ حالی و اخلاقی اقدار کیا ہیں۔ اُس زمانہ کے لوگ اس سے ناواقف و ناشناسا تھے۔ ان کائنات کا کون خالق و مالک ہے؟ اس سے وہ نہ صرف ناواقف بلکہ تدریجاً روگرداں و سرکش تھے۔ گویا ہر سو ضلالت و گمراہی کا دور دورہ تھا۔

آفتاب رسالت کا طلوع

ایسے ظلماتی دور اور پُر آشوب زمانہ میں آفتاب رسالت کا آسمان روحانیت پر طلوع ہوتا ہے۔ حضرت رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سراجاً منیراً بن کر دنیا پر جگمگانے لگے۔ ظلمت و تاریکی کے بادل چھٹنے شروع ہوئے کفر و ضلالت کا اندھیرا دور ہوا۔ انسانیت خواب غفلت سے بیدار ہوئی۔ اندھے سوجاکھے ہو گئے۔ بہرے سُننے لگ گئے اور مُردوں میں پھر زندگی عود کر آئی۔ وحشی انسان ترقی کر کے با اخلاق انسان بنے اور پھر با خدا بن گئے۔ غیر اللہ کی محبت دلوں سے کافور ہوئی اور قلوب عشق الٰہی سے پھر سرشار ہو گئے۔ وہ جبین آستانہ الٰہی پر جھکیں تو پیشانیاں اُس کے دربار میں سجدہ ریز ہو گئیں۔ خوابیدہ فطرت جاگ اُٹھی۔ انسان نے اپنی قدر و منزلت اور درجہ کو سمجھا۔ اخلاقی و روحانی اقدار پھر قائم ہوئیں۔ اور دنیا ایک "انقلاب عظیم" کے دامن میں آ گئی۔ اور یہ انقلاب روحانیت کے ذریعہ ان وحشیوں سے یہ دنیا میں کار آیا۔

عظیم الشان رُوحانی انقلاب

یہ ایک حقیقت ہے کہ انقلاب ہمیشہ شخصیتوں سے پیدا ہوتے ہیں نہ کہ انجمنوں اور اداروں سے۔ انقلاب خواہ سیاسی ہو یا روحانی ایک مثالی شخصیت کے محتاج ہیں خدا تعالیٰ ابتدائے آفرینش سے ہی ایسے انقلاب پیدا کرنے کے لئے اپنے مرسلین یا مامورین کو مبعوث فرماتا رہا ہے۔ ان مرسلین میں اگر حضرت افضل الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت ایک مثالی شخصیت ہے۔ تو یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ آپ کے ذریعہ سے رونما ہونے والا انقلاب بھی ایک مثالی اور بے نظیر انقلاب ہے۔ کیونکہ یہ انقلاب ایک ہمہ گیر اور عالمی انقلاب ہے۔ اور زندگی کے ہر شعبہ پر حاوی ہے۔ یہ اُس روحانی انقلاب کی ہی برکت تھی۔ کہ جاہل ان پڑھ اور بدو دنیا کے معلم و مربی بنے اور ایسے کہ ہر علم و فن میں صاحب کمال یکتا۔ وہ غیر مہذب و غیر متمدن کہلانے والے۔ تہذیب و تمدن کے علمبردار بن گئے۔ وہ بھیڑ بکریوں کے چرواہے دنیا کے حکمران و بادشاہ ہو گئے۔ کہ قیصر و کسریٰ کی پائیدار و مستحکم سلطنتیں جو طاغوتی افواج کا مرکز تھیں۔ اُن کے آگے خس و خاشاک کی طرح اُڑ گئیں۔ وہ خاک نشین ثریا نشین بن گئے۔ بتوں کے پجاری توحید کے علمبردار ہو گئے۔ اُن کے دل نور الٰہی سے منور ہو گئے۔ فرشتوں کا اُن پر نزول ہوا اور وہ خدا کی برکتوں اور رحمتوں کا مرکز بن گئے۔ یہ انقلاب کسی جبر و تشدد کا نتیجہ نہ تھا بلکہ اس روحانی انقلاب کے داعی اور علمبردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خود بھی ظلم و تشدد کا تختۂ مشق بننا پڑا۔ مصائب و آلام سے دوچار ہونا پڑا۔ مگر بالآخرہ اپنے مقصد بعثت میں شاندار طور پر کامیاب و کامران ہوا۔ اور ایک عالمی انقلاب کے برپا کرنے میں مظفر و منصور ہوا۔ اللھم صل علی محمد و آلہ و بارک وسلم۔

خصوصیاتِ انقلاب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پیدا ہونے والا انقلاب روحانیت و مادیت کا متناسب امتزاج تھا۔ اس انقلاب میں فطرت صحیحہ کے تقاضوں کو پورا کرنے کے ساتھ ساتھ جسمانی ضروریات کا خیال رکھا گیا تھا۔ حقوق اللہ کی ادائیگی کے ساتھ حقوق العباد کی بجا آوری کو لازم و ملزوم کی حیثیت میں پیش کیا گیا تھا۔

اس انقلاب میں ایک صالح معاشرہ کے قیام کی بنیاد رکھی گئی۔ رنگ و نسل کا فرق مٹا۔ ذات پات کا امتیاز ختم ہوا۔ مساواتِ نسل انسانی "بلحاظ ملک و قوم اور رنگ و نسل اس معاشرہ کی بنیاد اول قرار پائی۔ اس ٹھوس بنیاد پر بین الاقوامی اخوت کے تصور کا قلعہ تعمیر ہوا۔ جس نے عالم اسلام کو ایک سلک میں منسلک کر دیا۔ اس انقلاب کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت بلال حبشی اور حضرت ابو بکر عربی ہاشمی بھائی بھائی بن گئے۔ سلمان فارسی اور صہیب رومی جیسے غلام اور غریب عمر اور عثمان اور علی جیسے جلیل القدر لیڈران قریش سے رشتۂ اخوت اسلامی میں پروئے گئے۔ امیر و غریب آقا و غلام اور شاہ و گدا کا امتیاز جاتا رہا۔ پس یہ انقلاب اسلامی اگر عالمگیر اثرات کا حامل تھا۔ تو وحدت نسلِ انسانی اس کا شاندار نتیجہ۔ دنیا کے سب نظاموں پر غور کرو تو ایسا شاندار نظام جو جسم و روح کی ضروریات و تقاضوں کو باحسن وجوہ پورا کرنے والا ہو۔ سوائے اسلامی نظام حیات کے کسی اور جگہ نظر نہیں آئے گا۔

چودہ سال قبل عرب کے صحرا میں نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم نے روحانی انقلاب کے نتیجہ میں خدائے علیم و خبیر کے علم و اذن سے جس مکمل دستور العمل اور نظام کو بصورت قرآن مجید پیش کیا۔ اور اس نظام حیات میں تمام دنیا کی تمدنی۔ معاشرتی۔ اقتصادی۔ سیاسی۔ اخلاقی اور روحانی ضرورتوں کو پورا کرنے اور مشکلات کا ازالہ کرنے کے جو زریں اصول و ذرائع بیان کئے گئے۔ ابتداء میں مختلف اقوام و مذاہب نے اُنہیں بنظر حقارت ٹھکرا دیا۔ مگر مرور زمانہ کے ساتھ ساتھ حالات نے پلٹا کھایا۔ آج مہذب و متمدن کہلانے والی اقوام اُن اصولوں کو کسی نہ کسی رنگ میں اپنانے پر مجبور ہو گئی ہیں۔ اسلامی بنیادی نظریات کی برتری کا اعتراف و اقرار اقوام عالم نہ صرف زبان سے بلکہ عملی طور پر [illegible] بھی سے کر رہی ہیں۔ یو۔ این۔ او کے ذیلی ادارہ کا قیام اور انسان کے بنیادی حقوق کا منظور کردہ منشور اس امر پر شاہد ناطق ہیں۔

اسلام کا متناسب نظام حیات

روس میں مادی انقلاب آیا تو روحانیت کو کچلنے

نظر انداز کر دیا تھا۔ انسانی جسم کی ضروریات کا خیال تو رکھا گیا۔ روحانی تقاضوں کو فراموش کر دیا گیا۔ اس نظام میں ترقی کرتے انسان نے فضا میں اُڑنا تو سیکھ لیا۔ چاند کی طرف تو پرواز شروع کی۔ مگر خالق کائنات اور معبود حقیقی کا سرا سر منکر ہو گیا۔ امریکہ اور دیگر مغربی ممالک میں مادی انقلاب آیا۔ تو اُن کے باشندے اخلاقی اقدار کو بھولنے کے ساتھ ساتھ تین خداؤں کے پرستار بن گئے۔ واحدانیت کا تصور اُن میں کبھی پیدا نہ ہو سکا۔ مگر انقلاب حقیقی کے علمبردار حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ نظام کو دیکھو تو اس میں جسمانی و مادی ترقی کے ساتھ روحانی ترقی کے ذرائع کو بھی بیان کیا گیا۔ روحانیت میں "واحدانیت" کے تصور کے ساتھ ساتھ نسل انسانی کی "وحدت" کو بھی کیا ہی عمدہ الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔ اور یہی تصور موجودہ عالمگیر انقلاب اور نظام حیات کی روح رواں ہے۔ بانی اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

یاایھا الناس الا ان ربکم واحد وان اباکم واحد الا لا فضل لعربی علی عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لاحمر علی اسود ولا لاسود علی احمر الا بالتقوٰی

(یعنی اے لوگو! کان کھول کر سنو کہ تمہارا رب ایک ہے اور تمہارا باپ ایک تھا۔ اور پھر غور سے سنو کہ عربوں کو عجمیوں پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمیوں کو عربوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ گوروں کو کالوں پر کوئی فضیلت ہے اور نہ ہی کالوں کو گوروں پر کوئی فضیلت ہے۔ سوائے تقوےٰ و طہارت کے (یعنی) ایسی نیکی اور ذاتی خوبی سے کوئی شخص دوسرے سے آگے نکل سکتا ہے)

نسلی امتیاز کا ایک تازہ بلکہ

کہاں اسلامی تعلیم کا منظر

اور

نام نہاد مہذب اقوام کیلئے لمحہ فکریہ

بالا شاہ کار اور کہاں

مہذب کہلانے والے ایک ملک کا مندرجہ ذیل واقعہ جو مدراس کے مشہور اخبار "دی میل" The Mail ۴؍اگست ۱۹۶۹ء میں شائع ہوا ہے۔

No service to Negroes

دارالسلام کے میئر کا ریاستہائے متحدہ امریکہ میں تلخ تجربہ۔

واشنگٹن ۷؍اگست۔ مسٹر کالوتا امری عبیدی میئر دارالسلام (ٹانگانیکا) نے امریکہ کے اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کو شکایت کی ہے کہ واشنگٹن کے نواحی علاقہ Virginia (ورجینیا) کے ایک کیفے میں ہفتہ کے دن اُنہیں اور اُن کے دو ساتھیوں کی تواضع سے انکار کر دیا گیا۔ میئر نے بتایا کہ جب وہ اور اُن کے ساتھی ہوٹل میں ایک لائن میں کھڑے تھے تاکہ اُن کی باری پر اُنہیں بھی serve کیا جائے۔ تو اُن کو روکا گیا۔ اور بتایا گیا کہ اس ہوٹل میں اُن کی تواضع نہیں کی جا سکتی۔ مسٹر ہاری ڈیوس جونیئر اسسٹنٹ منیجر کیفے ٹیریا" نے بتایا کہ ورجینیا میں حبشیوں (افریقنوں) کی تواضع کی جائے۔ یہ ہماری کمپنی کی پالیسی نہیں۔"

دونوں نظاموں کا موازنہ کیجئے۔ اب آپ پر اسلامی نظام کی برتری و فوقیت واضح ہو جائے گی۔ بھلا ہوا! کہاں سائنسی ترقی کا یہ کمال کہ انسان فضا میں راکٹ کے ذریعے اُڑ رہا ہے اور کہاں ذہنی اور سماجی پستی کی یہ انتہا کہ انسان ابھی تک اپنے ہی ہم جنس کو انسان اور بھائی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ مہذب اور ترقی یافتہ اقوام زمین پر ہی محبت و پیار سے رہنے کے لئے تیار نہیں تو فضاؤں میں پرواز کر کے ان کو کیا حاصل ہوگا؟ پس دنیا میں کتنے ہی انقلاب آئیں۔ اور کتنے ہی نظام بدلیں اور نئے قائم ہوں جب تک اسلامی نظام کے اصولوں کو اپنایا نہیں جائے گا۔ دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم نہ ہو سکے گا۔ کاش دنیا کے مدبر اور سیاستدان اس حقیقت کو سمجھ لیں۔

امراء صاحبان و پریذیڈنٹ صاحبان جماعت ہائے احمدیہ ہندوستان

توجہ فرما دیں

دفتر ہذا کی طرف سے ہر جماعت کے امیر یا پریذیڈنٹ صاحبان کو سال رواں کے لئے چندہ نشر و اشاعت کی اطلاع بذریعہ خطوط دی جا کر اس کی وصولی کے لئے تاکیدی چٹھیاں لکھی جا چکی ہیں۔ لیکن ابھی تک وصولی کی رفتار تسلی بخش نہیں۔ بعض بڑی جماعتوں نے جو کہ خصوصیت سے اس چندہ میں اہم حصہ لیا کرتی ہیں۔ ابھی تک اس طرف توجہ نہیں کی۔ یقیناً ایسی جماعتیں نشر و اشاعت کے چندہ میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں گی جیسا کہ گزشتہ سالوں میں ایسا ہوتا آیا ہے۔ لیکن چونکہ بعض ضروری کام جو اشاعت لٹریچر سے تعلق رکھتے ہیں فوری کرنے ضروری ہیں۔ اس لئے جملہ امراء و پریذیڈنٹ صاحبان و سیکرٹریان تبلیغ اور سیکرٹریان مال سے گذارش ہے۔ کہ وہ حتی الامکان جلد از جلد نشر و اشاعت کا مجوزہ بجٹ پورا کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔

اللہ تعالےٰ آپ سب کا حافظ و ناصر ہو اور اپنے دین کی خدمت کی زیادہ سے زیادہ توفیق بخشے۔ آمین۔

خاکسار

مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

سیکرٹریانِ تبلیغ کی خدمت میں ایک ضروری گذارش

دفتر نے متواتر چٹھیوں سے جماعتوں کے سیکرٹریانِ تبلیغ کو ان کے کام کی طرف توجہ دلاتے ہوئے ہر ماہ تبلیغی رپورٹ بھجوانے کی تاکید کی ہے۔ جس کے نتیجہ میں بہت سی جماعتوں نے دفتر سے تعاون فرماتے ہوئے اپنی تبلیغی رپورٹیں بھجوانا شروع کر دی ہیں۔ لیکن ابھی بہت سی جماعتوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ جن میں بعض اہم اور بڑی بڑی جماعتیں بھی شامل ہیں۔ گذشتہ ماہ اخبار میں اعلان کیا گیا تھا کہ رپورٹ بھجوانے والی جماعت کی فہرست اخبار میں دی جائے گی۔ تاکہ دفتر سے تعاون نہ کرنے والی جماعتوں کو توجہ پیدا ہو۔ لیکن اس خیال سے کہ چونکہ ہم شاید جماعتوں کو کما حقہٗ توجہ نہیں دلا سکے اور مزید کوشش کی ضرورت ہے اس لئے اس ماہ ایسی جماعتوں کے سیکرٹریان تبلیغ یا صدر صاحبان کو پھر بذریعہ خطوط توجہ دلائی جا رہی ہے۔ تاکہ اگر اخبار میں ایسی رپورٹ شائع کی جائے تو بعض طبائع کو ناگوار نہ گذرے۔

لہٰذا پھر سیکرٹریان تبلیغ اور صدر صاحبان سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ جنہوں نے ابھی تک دفتر سے تعاون نہیں کیا وہ اپنے کام کی اہمیت کے پیش نظر اس کو ادا کرنے اور باقاعدگی اختیار کر کے شکریہ کا موقعہ دیں اور خدا سے ثواب کے مستحق ہوں۔

اللہ تعالےٰ ہم سب کو صحیح معنوں میں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

خاکسار

مرزا وسیم احمد ناظر دعوت و تبلیغ قادیان

کینانور (مالابار) میں ایک تقریب!

مولوی محمد عمر صاحب مالاباری جو چند سال سے مرکز احمدیت میں تعلیم حاصل کر رہے تھے الحمد للہ کہ امسال آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل کا امتحان پاس کر لیا اور اول پوزیشن حاصل کی۔ اس سلسلہ میں مورخہ ۲؍اگست کو بعد نماز مغرب مقامی جماعت کی طرف سے ایک اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں مولوی صاحب موصوف کو امتحان میں کامیابی کی مبارکباد پیش کی گئی۔ مختلف مقامی عہدیداران نے حسب موقع تقاریر کیں۔ جوابی تقریر میں مولوی محمد عمر صاحب نے سب احباب کا شکریہ ادا کیا اور قادیان میں مرکزی درسگاہ مدرسہ احمدیہ کی غرض و غایت اور اس درسگاہ کے فارغ التحصیل مبلغین کی اکناف عالم میں تبلیغی و تربیتی خدمات کا ذکر کیا۔ اجلاس کے بعد پر تکلف ٹی پارٹی بھی دی گئی۔

خاکسار این عبد الرحیم سیکرٹری تبلیغ کینانور

درخواست دعا

میرے بچے عزیز جاوید انور کی آنکھیں خراب ہیں۔ عزیز کی شفایابی کے لئے احباب جماعت سے عاجزانہ دعا کی درخواست ہے

خاکسار سید حمید الدین احمد سیکرٹری تبلیغ انجمن احمدیہ جمشید پور

شکریہ تقسیم ملک کے بعد سے بجدا احمدیہ پونچھ اوقاف اسلامیہ کے قبضہ میں تھی۔ اس کی واگذاری کیلئے کوشش جاری تھی۔ الحمد للہ کہ یہ مسجد واگذار ہو چکی ہے۔ اس سلسلہ میں خبری بھارت کیلوش متا ڈی سی پونچھ نے خاص طور پر تعاون فرمایا ہے۔ انکی ہمدردانہ کوششوں کے نتیجہ میں وہ شکریہ کے مستحق ہیں اللہ تعالیٰ انکو اس کا بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ دفتر ہذا خاص طور پر جماعت احمدیہ پونچھ و مبلغ پونچھ کیلئے بھی انکا شکریہ ادا کرتا ہے۔ انچارج وقف جدید انجمن احمدیہ قادیان

دنیوی و اُخروی خیر و برکت کا سرچشمہ "درود شریف"

مرتبہ محترمہ مقبول جی آپی صاحبہ۔ اے۔ بی ایڈ جنرل سیکرٹری لجنہ اماء اللہ حیدرآباد (دکن)

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا۔

اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی اس پر درود اور سلام بھیجا کرو۔

خدائے عزّ وجل نے سرور کائنات آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو بہت سی بزرگیاں اور خصوصیتیں عطا فرمائی ہیں جن پر نظر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ جل شانہٗ نے اپنی مخلوقات میں سے جیسا اس عظیم الشان پاک انسان کو بنایا ہے کسی کے لئے ارادہ نہیں فرمایا اس کی عزت اور تکریم ویسی ہی جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہوئی ہے۔ اور آپ کی بزرگیاں اس قدر ہیں کہ میں یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ کوئی دعوے نہیں کر سکتا کہ پورے طور پر اُن کا شمار کر سکے

منجملہ ان بزرگیوں کے یہ کسقدر عظیم الشان امر ہے کہ تمام نبی جو آدم علیہ السلام سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گئے مگر دنیا کی کوئی کتاب اور نہ اُن کی اُمتیں اور نہ ہی غرض کوئی بھی اُن کا نشان نہیں دے سکتا۔ اور اُن کی زندگی کا پتہ نہیں دیتا۔ یہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فضل و احسان ہے جو آپ نے سب کو خدا کے راستباز اور برگزیدہ نبی تسلیم کر لیا۔ اور اُنہیں کے طفیل وہ زندہ ہو گئے۔ اگر قرآن کریم نہ آیا ہوتا تو یقیناً مشکل بلکہ ناممکن ہوتا۔ اُن کی نبوتوں کا ثابت کرنا باوجود اس کے قرآن شریف اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سارے انبیائے کرام کو ایک زندگی بخشی اور یہ آپ کا عظیم الشان اعجاز موتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہزاروں سال کے مردوں کو زندہ کر دیا۔

یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ ان انبیاء علیہم السلام میں سے اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے کوئی زندہ نہیں اور یہ زندگی اور ابدی زندگی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نہیں ملی جو اپنی خصوصیت ذاتی کے لحاظ سے زندۂ جاوید ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ابدی زندگی کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ نمازوں میں ہمیشہ کے لئے السلام علیک ایہا النبی کے الفاظ رکھے گئے ہیں۔

منجملہ عظیم الشان فضیلتوں کے آپ کی زندگی اور تعظیم و جلال کا سب سے بڑا نشان جو ابتداء سے انتہاء تک فضیلت بتاتا ہے آپ کا نام مبارک ہے یعنی محمد و احمد۔ یہ دونوں نام ہمیشہ کی زندگی فضیلت اور اکرام پر دلالت کرتے ہیں۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے مخصوص ہے محمدؐ کا لفظ ظاہر کرتا ہے کہ آسمان پر بھی یہی مقدر ہوا اور زمین پر بھی یہی مقرر ہوا کہ آپ کی تعریف کی جائے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ میں ابدی زندگی کا نشان موجود ہے۔ کیونکہ اگر مثلاً دو سو یا تین سو برس بعد (نعوذ باللہ) آپ کا نشان مٹ جاتا تو محمدؐ (صیغہ مبالغہ کا) موزون نہ ہوتا۔ لیکن اللہ تعالےٰ کا خود رکھا ہوا نام ضروری تھا۔ کہ ہر زمانہ میں زندہ رہتا۔ احمد کے لفظ میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے کہ جو طریقہ اور جو ذریعہ اللہ تعالےٰ کی لاشریک حمد کا آپ لائے ہیں۔ وہ بھی ابدی ہے۔ اور جو ستائش اللہ نے اُس کے خوبی میں آپ کی کی وہ بھی ابدی ہے۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ جس قدر نام نبیوں کے ہیں ان کو یاد کرو۔ اور ان پر غور کرو کیا کسی نام میں کوئی ایسی پیشگوئی ہے جیسی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ناموں میں پائی جاتی ہے اسی طرح یہ بڑی عظیم الشان فضیلت ہے آپ کی جملہ مقربوں اور راستبازوں پر۔

پھر اس زندگی کے تحت عظیم الشان امر یہ ہے کہ آپ کے جملہ آثار موجود ہیں اور قیامت تک موجود رہیں گے۔ جیسے آپ کا دین محفوظ ہے ویسے ہی آپ کی پیدائش کا مقام۔ سونے کا مقام۔ لڑائی کی جگہ آخری آرام فرمانے کی جگہ بھی بدستور محفوظ ہے یہ چھوٹی سی بات نہیں کہ کتاب محفوظ۔ مولد محفوظ۔ مدفن محفوظ یہ فضیلت ایسی فضیلت ہے کہ خدائے رب العزت پکار پکار کے کہہ رہا ہے کہ لاریب آپ افضل الموجودات ہیں پھر منجملہ ان تمام امور کے جو آپ کی زندگی پر دلالت کرتے ہیں۔ خدا نے جو اپنے فضل سے چاہا ہے کہ آپ ہمیشہ زندہ رہیں۔ اس کے لئے یہ سبب بھی پیدا کیا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ آسمان پر ایک جوش رہتا ہے۔ اس امر کے لئے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مراتب اور مدارج میں ترقی ہو۔ اور آپ کی کامیابیاں ہوں اس لئے خود اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں۔ اب دیکھو چھوٹے سے چھوٹے مومن کی دعا بیکار نہیں جاتی۔ اور جو مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّۃٍ خَیْرًا یَّرَہٗ کے موافق چھوٹی سی نیکی بھی کسی کی ضائع نہیں کرتا۔ تو خدا ملائکہ کی دعاؤں اور اپنے درود کو کیونکر ضائع کر دے گا۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر گھڑی آپکے مدارج اور مراتب میں کسقدر ترقی ہو رہی ہے جو آپکی زندگی کو بڑھا رہی ہے۔ جب خود اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مدارج کی ترقی ہو ملائکہ کہتے ہیں یا ترقی ہو۔ پھر مومن کو حکم ہوتا ہے کہ تم بھی درود پڑھو۔ کوئی وقت ایسا نہیں گذرتا۔ جب آپ پر درود نہ پڑھا جاتا ہو۔ علاوہ ان درود پڑھنے والوں کے جو مومنوں کا گروہ ہے۔ اللہ تعالےٰ اور اس کے ملائکہ تو ہر وقت اس کام میں مشغول رہتے ہیں۔ کیونکہ انہیں کسل نہیں ہوتا۔ اور جس کثرت سے درود شریف پڑھا جاتا ہے اس سے اندازہ کریں کہ آپ کے درجات میں ہر آن کسقدر ترقی ہو رہی ہے۔ بانی جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ درود شریف کے طفیل اور اسکی کثرت سے یہ درجے خدا نے مجھے عطا فرمائے ہیں۔ اور فرمایا کہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالےٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ میں جذب ہو جاتے ہیں اور وہاں سے نکل کر اُنکی لاانتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصہ رسدی ہر حقدار کو پہونچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بدوں وساطت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ اور فرمایا درود شریف کیا ہے۔ رسول اللہ علیہ وسلم کے اس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالےٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھے تاکہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔

درود شریف ہی روحانیت اور تقویٰ کے حصول کا ذریعہ ہے۔ ہماری جماعت کے ایک بزرگ نے ۱۸۹۲ء میں بیعت کے بعد عرض کیا کہ میں پہلے اہل حدیث تھا۔ اور گو اس وقت نمازیں لمبی پڑھتا ہوں مگر نور ایمان اور تقویٰ اور خشیت الٰہی سے کورا ہوں۔ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں جس سے یہ خشکی کی حالت دور ہو جائے اور ایمانی کیفیت دل میں پیدا ہو۔ حضور نے فرمایا کہ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کثرت سے درود بھیجا کرو۔ اور استغفار کیا کرو۔ ان کی برکت سے یہ خشکی انشاء اللہ دور ہو جائے گی۔ اور درود وہی پڑھا کرو جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ سو جب میں نے اس پر عمل کرنا شروع کیا۔ تو اللہ تعالےٰ کے رحم و کرم سے وہ خشکی کی حالت جاتی رہی۔

اسی طرح ایک اور بزرگ نے بھی حضور اقدس سے عرض کیا کہ حضور مجھے کوئی وظیفہ بتائیں جو میں پڑھا کروں۔ فرمایا ہمارے ہاں تو کوئی ایسا وظیفہ نہیں ہے ہاں استغفار بہت کیا کریں اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے احسانات کو یاد کر کے آپ پر کثرت سے درود بھیجا کریں بس یہی وظیفہ ہے۔ پھر فرمایا کہ درود شریف کے جس قدر بھی فضائل بیان کئے جائیں کم ہیں۔ میں خود اس کا صاحب تجربہ ہوں مجھ پر خدا تعالےٰ کے انعامات ہیں۔ درود شریف کی برکات اور تاثیرات کا اس میں زیادہ حصہ ہے درود شریف کا ورد کرنے والا نہ صرف ثواب اُخروی پاتا ہے بلکہ وہ اس دنیا میں بھی عزت پاتا ہے۔ درود شریف تمام دعاؤں کی جامع اور سب سے افضل دعا ہے۔

ایک مرتبہ ایک صحابی نے عرض کیا۔ حضورؐ ارشاد فرمائیں کہ میں اپنی دعا کا کتنا حصہ حضور کے لئے مخصوص کیا کروں۔ فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا ایک چوتھائی۔ فرمایا اس سے زیادہ ہو تو بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا۔ نصف حصہ۔ فرمایا۔ اور اگر اس سے بھی بڑھا دو تو اور بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا دو تہائی فرمایا۔ جتنا چاہو اور اگر اس سے بھی زیادہ کر دو تو اور بھی بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آئندہ اپنی تمام دعا کو حضور کے لئے ہی مخصوص رکھا کروں گا فرمایا انہیں تمہاری سب فکریں اور حاجتیں آ جائیں گی۔ اور اللہ تعالےٰ تمہارے سارے کام درست کر دے گا اور تمہاری ساری مرادیں پوری کر دے گا اور کوتاہیاں معاف کر دیگا۔

اس حدیث کے مضمون کی تصدیق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول سے بھی ہوتی ہے۔ چنانچہ حضور فرماتے ہیں۔

ہر کسے اندر نماز خود دعائے میکند
من دعا ہائے بر و بار تو اے باغ و بہار

یعنے دوسرے لوگ تو اپنی نماز میں اپنے ذاتی مطالب کیلئے دعائیں کرنے میں گزریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقاصد کے پورا ہونے کے لئے اور حضورؐ کے رفع درجات کیلئے دعائیں کیا کرتا ہوں۔ مندرجہ بالا حدیث میں یہ بھی تعلیم پائی جاتی ہے کہ ہر مومن کیلئے ضروری ہے کہ اپنے ذاتی مقاصد کیلئے دعائیں کرنے پر اسلام کی ترقی کیلئے اعلائے کلمۃ اللہ کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام مقاصد کو پورا کرنیکے لئے آپکی شان ظاہر ہونے کے لئے اور آپ کے فیوض و برکات سے سب لوگوں کے کامل طور پر فیضیاب ہونیکے لئے اور دین اسلام کی ترقی کیلئے دعائیں کیا کریں۔

عصرِ حاضر کا رہنما صلی اللہ علیہ وسلم

از مکرم مولوی سمیع اللہ صاحب انچارج احمدیہ مسلم مشن بمبئی

اس وقت جب روس کا دوسرا خلائی مسافر ۲۵ گھنٹوں تک خلاء کا سفر کر کے زمین پر واپس آ چکا ہے۔ جس کے تصور سے ہی زندگی کے پرانے نظریے زیر و زبر ہو رہے ہیں ہم اس نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار منا رہے ہیں جو آج سے چودہ سو سال پہلے افقِ زندگی پر نمودار ہوئے تھے۔ صبح صادق کا وہ سہانا سماں جس کی کیف آگیں تاثیر سے توحید کے خوابیدہ جذبات بیدار ہونے لگے۔ نیکی بدی پر سبقت کرنے لگی۔ اور روشنی کے فرشتے ظلمت کدوں کا تعاقب کرنے لگے۔ کیا خلا کا مسافر ۱۹۵ میل کی بلندی پر پہنچ کے بھی ان اسرارِ زندگی کا سراغ لگا سکا؟

ذہنی ارتقا کا رابطہ

کیا اس ترقی یافتہ دور میں بھی وہ اسرارِ زندگی جاننے کی ضرورت ہے؟ خلاء کا مسافر زمین سے اپنا رابطہ قائم رکھنا چاہتا ہے وہ اپنے کھانے سونے اور ورزش کرنے کی خبر اپنے سائینس داں آقاؤں کو دیتا ہے جنہوں نے اس کو اپنا کھلونا بنا کر خلاء میں بھیجا ہے۔ اگر ہم اس چودھویں صدی میں اس نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی یادگار نہ منائیں تو ذہنی ارتقاء کی تاریخ کا رابطہ کیسے قائم رہے گا۔ وہ کون سی انگلی تھی جس نے انسان کو ترقی کا یہ راستہ دکھایا۔ وہ کون سی روح کی گرمی تھی جس نے دنیا میں علم دوست قوموں کو جنم دیا۔ وہ کون سی عظیم شخصیت تھی۔ جس کے ماننے والوں نے ہندوستان اور یونان کے مردہ علوم کو زندہ کیا۔ اس کو چار چاند لگائے۔ دمشق۔ بغداد۔ قرطبہ اور قاہرہ میں کون سی بیدار مغز قوموں نے یونیورسٹیاں قائم کیں۔ آج سے پانچ سو برس پہلے کون سی قوم سائینسی و صنعتی نظریات کی خالق سمجھی جاتی تھی وہ قوم اپنے کام کا آغاز کس کے نام سے کرتی تھی۔ اور کس کا نام لینے سے ان کے سینے میں حقائق اشیاء کی معرفت کا نور پیدا ہوتا تھا۔ وہ معلم اول کون تھا اور کس کے نام سے آج ذہنی ارتقاء کی تاریخ کا رابطہ قائم رہتا ہے۔

غارِ حرا کا پیغام

آج ہر طرف خلائی مسافر کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ لوگ اپنے اپنے سماج اور دستور کو بھلا کر اب اس کی طرف رخ کر رہے ہیں۔ خیر سے یہ زمانہ دہریت و مادیت کا ہے۔ ورنہ آج خلائی مسافر تمام دیوتاؤں کا سرتاج مانا جاتا۔ اور اس کے نام پر بڑے بڑے مندروں کی تعمیر ہوتی۔ یہ اس زمانے کا میلان طبع ہے۔ مگر ہم ماضی کی طرف پلٹ کر دیکھتے ہیں۔ جس میں ایک انسان خلا کی بلندی پر نہیں بلکہ غارِ حرا کی پستی میں اسرار کائنات پر غور و فکر کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ ہماری نظروں میں وہی سید البشر۔ انسان کامل اور علم حقائق اشیاء کا رہنما ہے۔

خلاء کی بلندی پر سے اترنے والا ہمیں کیا پیغام دے گا۔ معلوم نہیں اس کے پاس کوئی پیغام ہے بھی یا نہیں۔ مگر اس سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں غارِ حرا سے نکل کر یہ پیغام دیا کہ آگاہ ہو جاؤ تمہارا اکبر و رب تمہارا پروردگار ہے۔ اس نے زمین و آسمان کو تمہاری خدمت پر مامور کر دیا ہے۔ وہ امن و سلامتی کا علمبردار ہے۔ وہ زمین کو جنت نظیر دیکھنا چاہتا ہے۔ تمہارے معاشرے کی تعمیر انسان کے بنیادی حقوق کی بنیاد پر ہونی چاہیئے۔ تمہارا معاشرہ مساوات کا علمبردار ہو۔ مزدور کی اجرت اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو۔ وہ تمہاری اجتماعیت سے خوش ہوتا ہے۔ مگر انفرادیت بھی ایک جوہر ہے۔ اسے گم نہ ہونے دو وہ آزادیٔ ضمیر کا خواہاں ہے۔ وہ غربت۔ افلاس اور فقر سے بیزار ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ ہر شخص کو اس کی روزی روٹیاں ملتی رہیں۔ وہ بنی نوع انسان کو اقتصادی بدحالی سے بچانا چاہتا ہے۔

ایک نئے معاشرے کی تعمیر

وہ یہ پیغام لے کر غارِ حرا سے نکلا۔ یہ انقلاب آفریں پیغام تھے۔ انہیں ایک نئے معاشرے کی بنیاد ڈالنی تھی۔ اس معاشرے کی بنیاد ڈالی گئی۔ زمانہ کروٹیں لینے لگا۔ ایک صدی کے بعد دوسری صدی آتی اور ایک باغ کے بعد علم و حکمت کا دوسرا باغ لگایا گیا۔ علم حدیث و فقہ کے بعد طب۔ طبیعات۔ ہیئت اور ریاضی کے علوم سے دلچسپی پیدا ہوئی یونان نے جہاں پہنچ کر اپنے علوم کو کتب خانوں میں مقفل کر دیا تھا۔ ہندوؤں کے علوم نے جہاں پہنچ کر جمود کی شکل اختیار کر لی تھی۔ اب نبی عربی صلے اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں نے ان کو وہاں سے آگے بڑھانا شروع کیا۔ اجتہاد اور نئی تحقیقات کے باب کھولے گئے۔ "زیچ" تیار کئے گئے۔ رصد گاہیں بنائی گئیں۔ اصطرلاب کی ایجاد کی گئی۔ اور زمین و آسمان کے قلابے ملائے جانے لگے۔ ان کے سامنے بھی خلاء کے سفر کا ایک پروگرام تھا۔ انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کے واقعات میں ایک عجیب و غریب غبارے کا ذکر پڑھا تھا۔ انہوں نے ہامان کے بنائے ہوئے ایک گھر کا ذکر دیکھا تھا۔ جس میں بیٹھ کر فرعون خلائے بسیط کے راز معلوم کرنا چاہتا تھا۔ انہیں مستقبل کے پردے پر وہ ایسی قومیں بھی دکھائی گئی تھیں جو خلاء میں پرواز کرنا چاہیں گی۔ ان حالات نے ان کے غور و فکر کے انداز میں ایک جامعیت پیدا کر دی وہ زندگی اور علوم کے تمام شعبوں میں ترقی کرنے لگے۔ مگر ان تمام ترقیوں کے باوجود ان کا شعار تھا "لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ"

پندرھویں صدی عیسوی

یہ قوم اسی طرح علوم و فنون کے جھنڈے لہراتی ہوئی پندرھویں صدی عیسوی کی سرحد میں داخل ہوئی۔ یہاں ایک تازہ دم قوم سے ان کا سامنا ہوا۔ جس نے اس کے ہاتھوں سے علم و فضل کے جھنڈے اچک لئے۔ اور اب ان کی مسند پر وہ قوم بیٹھی جس کا شعار تھا صلیب۔ جو تثلیث کی پرستار تھی۔ اس قوم نے مسلمانوں کے مرتب کئے ہوئے نظریات کو عملی شکل دینے کی مہم شروع کی۔ اب محض سائنس سے صنعتی سائنس جنم لینے لگی۔ اب نظریات نے فیکٹریوں کارخانوں اور ایجادات کی شکل اختیار کر لی۔ ذہنی اور عقلی صلاحیتیں اب لوہے کی طرح ٹھوس بن کر ظاہر ہوئیں۔ یہ مغربی اقوام تھیں۔ جو طب۔ طبیعات ہیئت اور ریاضی میں مسلمانوں کی جانشین تھیں۔ مگر زمانے نے زیادہ دنوں تک ان قوموں کا ساتھ نہیں دیا چند ہی صدیوں کے بعد اور ایک قوم پیدا ہوئی جو سائنس صنعت اور اقتصادی منصوبہ بندی کی دوڑ میں ان سے آگے نکل گئی۔ وہ روسی قوم ہے آج یہی قوم راکٹ سازی اور خلائی سفر میں پہل کر رہی ہے۔

غرض غارِ حرا کی ریاضت نے اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم کو جو پیغام دیئے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے انسانی تہذیب کو اسی سانچے میں ڈھالا۔ علم و حکمت کے میدان میں دوڑ لگائی۔ نئے نئے اقتصادی و سیاسی نظریئے ایجاد کئے۔ مگر پندرھویں صدی عیسوی میں ایک انقلاب آیا۔ اور مسلمانوں کے سرمائے پر مغربی اقوام نے قبضہ کر لیا۔ اب وہ مسلم ثقافت سے مستفید ہونے لگیں۔ اس کے بعد روسی قوم آگے بڑھی۔ اور آسمان کی طرف سائنس و صنعت گری کے تیر پھینکنے لگی۔

ذہنی ارتقاء کی یہی تاریخ ہے جس کا تسلسل محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عظیم شخصیت سے قائم ہے۔ اگر آپ پیدا نہ ہوتے تو کون کہہ سکتا ہے کہ ہند و یونان کے جامد و مردہ علوم میں زندگی کی روح ڈالی جاتی اور انسان سفرِ خلاء کے قابل ہو سکتا۔

یک چشمی

خیر یہ سب کچھ ہوا۔ مگر یہ واقعہ ہے کہ یہ قوم یک چشم نکلی۔ ایک ہوشمند انسان کو دونوں آنکھوں سے کام لینا چاہیئے۔ مگر اس نے اپنی ایک آنکھ اپنے ہاتھوں سے پھوڑ لی۔ اس تحریک کے بانیوں نے جتنی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں اصلاحی تحریک کا کوئی خاص ذکر نہیں پایا جاتا۔ ان کے نزدیک ظہور اسلام تاریخ کا کوئی قابلِ ذکر واقعہ نہیں۔ انہوں نے تہذیبِ انسانی کی تاریخ کا تسلسل معلوم کرنے کے لئے صرف انسان کے دو تقاضوں سے بحث کی۔ یعنی جنسیات اور اقتصادیات سے وہ انہیں ہر تحریک کے پس پردہ یہی دو جذبے کارفرما نظر آئے۔ اخلاقیات اور روحانیات کو انسانی سماج کا باطل حصہ قرار دیا۔ اس لئے ذہنی ارتقار کی تاریخ کا تسلسل ڈھونڈتے وقت ان مقامات سے گریز کیا۔ جہاں دینی و مذہبی اقدار کی بنیاد پر ایک نیا سماج قائم کیا گیا تھا۔ کبھی کبھی وہ موسیٰ و عیسیٰ کے نام تو لے لیتے ہیں۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا بڑا دشوار مسئلہ بن جاتا ہے۔

اشتراکیت کے ان داعیوں کے لئے ان ... وحشی اقوام کے پاس بھی کچھ پیغام ہیں۔ جو جنسی ضرورت کے علاوہ اور کسی انسانی ضرورت سے واقف نہیں تھے۔ مگر ان کے لئے اس قوم کے دفتر زندگی میں کوئی پیغام نہیں۔ جس کے پاس خلائی سفر تک کا پروگرام تھا۔ مگر اس کا شعار تھا لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ ان کے نزدیک یہ قوم عزت سے یاد کی جانے کے لائق بھی نہیں۔ تعجب ہے کہ تاریخ کا ایک لمبا زمانہ جو کم از کم ایک ہزار سال کی مدت تک دراز ہے۔ اتنے دنوں تک دنیا کا ایک بڑا حصہ ایک تہذیب کے زیرِ اثر رہا۔ جس کو اسلامی تہذیب کہتے ہیں۔ اس عرصہ میں تہذیبِ انسانی کو کن کن طریقوں سے سنوارا گیا۔ کیا کیا تخلیقات ظہور میں آئیں۔ تاریخ کی ترتیب کے وقت اس پر تنقید۔ جائزہ یا تعریف کی کوئی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔ انہیں انسانی تاریخ

(باقی صفحہ ۱۰ پر)

حضرت بانی اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصافِ حمیدہ

(از مکرم مولوی محمد ابراہیم صاحب فاضل۔ قادیانی):

حضرت بانیٔ اسلام علیہ السلام تمام دنیا کی اقوام کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے تمام اقوام کی اصلاح کا کام آپ کے سپرد تھا اور ساری اقوام کی اخلاقی سدھار آپ کے ذمہ تھی۔ اس لئے آپ کے اخلاق۔ اوصافِ حمیدہ اور خصائلِ حسنہ ایک بحرِ بیکنار ہے۔ جسے معرضِ قرطاس میں بند کرنا انسانی مقدور سے باہر ہے۔ آنحضرت صلعم کی زندگی کے حالات اور واقعات جس قدر تفصیل کے ساتھ قلم بند کئے گئے ہیں دنیا میں کسی اور برگزیدہ انسان کے قلمبند نہیں کئے گئے۔ آپ کی سیرت کے موٹے موٹے اور چیدہ چیدہ واقعات کو ایک مضمون میں اختصار کے ساتھ بیان کرنا بھی مشکل ہے۔ ذیل کی سطور میں آپ کی زندگی کے بعض پہلوؤں کے متعلق بعض واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔ حضور کی زندگی کے حالات میں کفار کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری کے واقعات کثرت سے ملتے ہیں۔

یہود کو آنحضرت صلعم کے ساتھ جس قدر عداوت اور دشمنی تھی اس کے حالات سے تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں۔ لیکن آپ ہمیشہ ان کے ساتھ انصاف سے پیش آتے تھے۔ ایک دفعہ ایک یہودی نے آپ کے پاس آکر شکایت کی کہ ایک مسلمان نے اسے تھپڑ مارا ہے آپ نے اسی وقت اسے بلایا اور اس کے سامنے اسے سرزنش کی۔

یہودی ساہوکار تھے۔ ساہوکارہ ان کا پیشہ تھا آنحضرت صلعم اور مسلمانوں کو بعض اوقات ان سے قرض لینا پڑتا تھا یہود بڑے سخت گیر تھے ایک دفعہ جب آپ نے ایک یہودی سے قرض لیا۔ تو اس نے قرض کے مطالبہ میں سختی کی مسلمانوں کو یہ بات ناگوار گذری اور یہودی سے سختی کرنا چاہی مگر آپ نے اپنے اصحاب کو اس بات سے منع فرمایا اور فرمایا اس کا قرض ادا کر دو اسے اور کچھ نہ کہو!

نجران کے عیسائیوں کے وفد کو نہ صرف یہ کہ آپ نے اپنی مسجد میں ٹھہرایا بلکہ جب مدینہ میں گرجا کرنے کی انہیں ضرورت پیش آئی۔ تو آپ نے مسجد میں گرجا کرنے کی اجازت دے کر ایسی رواداری قائم کی جس کی نظیر مذاہب عالم میں نہیں ملتی۔

کسی مذہب کا کوئی پیرو اسی قسم کے سلوک اور رواداری کی مثال موجودہ مہذب زمانہ میں بھی پیش نہیں کر سکتا یہ وہ برتاؤ جس کے ذریعہ سے آج بھی دنیا میں قوموں میں حقیقی امن قائم کیا جا سکتا ہے

آج دنیا جس چیز کو تہذیب انسانی کا معراج قرار دیتی ہے۔ وہ انسانی مساوات ہے۔ قوموں کی سیاسی جد و جہد کا منتہا بھی یہی مساوات ہے۔ دنیا میں اس انسانی مساوات کا درس آنحضرت صلعم سے زیادہ کسی اور نے نہیں دیا۔ آج مغربی دنیا جس مساوات پر ناز کر رہی ہے وہ آنحضرت صلعم کی قائم کردہ مساوات کے سامنے ہیچ ہے۔ آپ مساوات انسانی کے سب سے بڑے حامی اور علمبردار تھے۔ آنحضرت صلعم نے جب اپنی بیوی حضرت خدیجہؓ کے پاس زید نامی غلام دیکھا تو آپ یہ برداشت نہ کر سکے کہ ایک انسان کو غلامی کی حالت میں دیکھیں آپ نے اسے لے کر فوراً آزاد کر دیا اور اسے انسانیت کے برابر کے حقوق عطا کئے۔ اور صرف اسی قدر پر بس نہ کیا بلکہ اپنی پھوپھی زاد بہن کے ساتھ اس کی شادی کر کے اسے اپنے خاندان کا ممبر بنا لیا۔ دنیا مساوات انسانی کی اس سے بڑھکر کوئی مثال پیش نہیں کر سکتی۔

جو غلام اسلام میں داخل ہوئے ان کا مرتبہ سردارانِ قریش سے کم نہ تھا۔ آپ ان کے ساتھ مساوات کا سلوک کرتے مجالس میں اس طرح تشریف رکھتے تھے کہ آپ کے لئے کوئی امتیاز نہ ہوتا تھا اپنے عملی نمونہ سے آپ نے تمام چھوٹوں اور بڑوں میں مساوات قائم کر کے دکھا دی۔ اہلِ مدینہ میں آپ نے ایسی روحِ بھائی چارہ اور اتحاد و یگانگت و موانست کا ایسا سبق دیا کہ دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال ملنا محال ہے۔ تمام اہلِ مدینہ نے ایک ایک مہاجر کو اپنا بھائی بنا لیا۔ اور اپنا مال و منال اور اسباب و جائداد مساوی طور پر انکو دے دی۔ آج افراد اور اقوام اپنا کسیقدر حق چھوڑ دینا تو درکنار پورا حق لینے کی بجائے دوسروں کا حق دبا لینے کے لئے مرنے مارنے پر تُل جاتی ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا سے امن اُٹھ چکا ہے۔ اور ساری دنیا ایک بحرانِ عظیم میں سے گذر رہی ہے وہ اپنی جانوں اور املاک کو تباہ کر رہے

کے لئے تیار ہے۔ مگر دوسرے کا حق دینے کے لئے آمادہ نہیں۔

اب انسانی جس کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذہبی راہنماؤں سے بڑھ کر ممتاز ہے گر آیا ہے۔ ایک یہودی کے جنازہ کے گذرنے پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ دشمن قوم کے ایک مردہ پر اس قسم کے احترام کا اظہار کر کے آپ نے زندوں کے احترام کا شاندار سبق دے کر دنیا کو بتا دیا کہ جن راہوں سے وہ دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ امن کو تباہ کرنے والی ہیں ہاں دنیا میں اگر امن قائم ہو سکتا ہے تو صرف انہی طریقوں سے ہو سکتا ہے۔ جو آپ عملاً پیش فرما رہے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اپنے طریق عمل سے ملک میں امن قائم کر کے دکھا دیا۔

آپ کے یہودی کی نعش پر کھڑے ہونے پر کسی نے کہا بھی کہ یہ تو یہودی کی نعش ہے۔ جس سے اس کی مراد یہ تھی کہ دشمن قوم کے فرد کی نعش پر کھڑا نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کا احترام نہیں کرنا چاہیئے مگر آپ نے اس کی بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ بلکہ فرمایا کہ ہاں اس میں بھی انسانی جان تھی مدعا یہ تھا کہ وہ بھی خدا کا ایک بندہ تھا۔ پس خدا کے بندوں کی جو قدر آپ کے دل میں تھی وہ محض للہ تھی۔ نہ کہ کسی ذاتی غرض کے لئے۔ اور یہی وہ چیز تھی جس نے عرب کے وحشی خونخوار اور جنگجو اور برسرِ پیکار قبائل کی دشمنی کو محبت و اتحاد سے بدل کر عرب کی کایا پلٹ دی۔ اور خانہ جنگی کی بجائے اسے امن کا گہوارہ بنا دیا۔ اور اس طرح رہتی دنیا تک اقوامِ عالم کے لئے نمونہ قائم کر دیا۔

آج دنیا امن کے لئے خواہاں و کوشاں ہے۔ مگر جبتک وہ آپ کے قائم کئے ہوئے اصولوں کو نہ اپنائے گی امن و سلامتی و اطمینان سے ہمکنار نہ ہو گی۔ وہ لوگ جو دوسروں کے حقوق دبا کر اور ظلم کا طریق اختیار کر کے امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ وہ کبھی بھی اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ امن کی بنیاد مساوات ہے۔ اور مساوات دوسروں کے حقوق دبا کر وہ دوسروں پر ظلم کر کے کبھی قائم نہیں ہو سکتی۔ حقیقی مساوات کے قیام کا وہی ذریعہ ہو جو آنحضرت صلعم

کی عملی زندگی سے پیش کیا گیا۔ زبان سے مساوات کی رٹ لگانا اور عملاً اس کے خلاف کرنا مساوات نہیں بلکہ دشمنی ہے پھر بھلا دنیا میں امن قائم ہو تو کیسے جو دنیا میں امن حقیقی امن پہلے بھی آنحضرت صلعم کے طریق کار کے ذریعہ سے قائم تھا۔ اور اب بھی اسی صورت میں امن قائم ہو گا۔ جبکہ آپ کے بتائے ہوئے اصولوں کو دنیا صدق دلی سے قبول کر کے ان پر عمل پیرا ہو گی۔

آنحضرت صلعم کی زندگی کا یہ ایک زریں واقعہ ہے کہ آپ نے اس معاہدہ میں شمولیت اختیار فرمائی۔ جس میں کمزوروں کے حقوق ادا کرنے کروانے کا عہد کیا جاتا تھا۔ اسی عہد کے ماتحت آپ نے ایک کمزور انسان کا حق اپنے اشد ترین دشمن ابوجہل سے بڑی جرأت سے دلایا تھا۔ یہ تو ایک انفرادی واقعہ ہے۔ آپ نے کمزوروں غلاموں اور عورتوں کے حقوق کی وہ نگہداشت اور حفاظت فرمائی جو آپ کی زندگی کا ایک سنہری باب ہے جس پر دنیا جس قدر بھی فخر کرے کم ہے۔ ہر قسم کے فرقوں اور امتیازوں کو آپ نے مٹا کر نسل انسانی میں کامل طور پر مساوات قائم کر کے حقیقی امن قائم کر دیا۔ آج دنیا تباہی کے دوراہے پر کھڑی ہے۔ اگر وہ اس سے بچ سکتی ہے تو ایک ہی صورت ہے۔ اور وہ یہ کہ وہ آپ کی زندگی کے دستور العمل کو پورے طور پر اپنائے۔ ورنہ امن کے قیام کے دعوے صرف زبانی جمع خرچ ثابت ہوں گے ✦

زہے خلق کامل زہے حسن تام

(بقیہ از صفحہ ۲)

الغرض آپ کی ذات ستودہ صفات بیشمار اخلاق فاضلہ کی جامع ہے جن کا بیان نہ تو ایک مجلس میں ممکن ہے اور نہ ہی آج تک کوئی امتی ان کا احاطہ کر سکا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ نے آپ کی نعت میں کیا ہی خوب فرمایا:

كَرِيمُ السَّجَايَا أَكْمَلُ الْحُلَمَاءِ
...تَسَنِيمُ الْمَزَايَا مَنْبَعُ الْفَضْلِ وَالْهُدٰى
تَبَحْتَرُ.... هَلْ تَرٰى مِنْ مُشَاكِلِه
... الصِّفَاتِ الصَّالِحَاتِ بِأَحْمَدَ

آپ عظمت و شانِ انسانی کے حامل، علم و عقل میں کامل تر، مخلوق کے ساتھ نرمی اور فضل و ہدایت کا چشمہ ہیں ——
—— آپ سے بڑھ کر پاکیزہ صفات حسنہ کی تمہیں آپ کا کوئی شریک نظر آتا ہے ؟؟

—— پس ——

زہے خُلقِ کامل زہے حسنِ تام
علیک الصلوٰۃ علیک السلام

کیسی موت اچھی ہے؟

سنت نبوی اور تعلیمات اسلامی کی روشنی میں

از مکرم سید محمد احمد صاحب فاضل سابق پراونشل امیر جماعت ہائے احمدیہ اڑیسہ

خدائے تعالیٰ محی و ممیت ہے۔ انسان کا جینا اور مرنا کلی اس کے اختیار میں ہے۔ انسان نہ اپنی مرضی سے جیتا ہے اور نہ ہی اپنی مرضی مرتا ہے۔ ایک لمحہ کے گذرنے کے بعد دوسرا لمحہ اس پر کیسا آئے گا۔ اس کی اس کو مطلق خبر نہیں۔ کوئی انسان نہیں جانتا کہ کہاں اور کس حال میں اس کی موت آئے گی۔ مرتے وقت دوست آشنا ہمدرد پاس ہوں گے یا حالت مسافری کس میرسی میں جبکہ ایک چلو پانی بھی حلق میں ٹپکانے والا نہ ہوگا۔ اس کی روح قبض ہوگی کسی کو اس کا علم نہیں ہے اور نہ کوئی یہ جانتا ہے کہ وہ کس مرض میں فوت ہوگا۔ نزع دیر تک رہے گا یا جلدی ہی اس کا کام تمام ہو جائے گا۔ سچ فرمایا کتاب عزیز نے:۔

ما تدری نفس ماذا تکسب غدًا وما تدری نفسٌ باي ارضٍ تموت ان اللہ علیم خبیر۔ (لقمان ع ۴)

میرے ایک غیر احمدی دوست تھے جو احمدیت سے حسن ظنی رکھتے تھے اور احمدیوں کے تقویٰ طہارت کے قائل تھے۔ ایک بار باتوں باتوں میں کہنے لگے کہ فلاں احمدی بڑے متقی و پرہیزگار تھے۔ مگر وہ ریل سے کٹ کر فوت ہوئے۔ فلاں احمدی دیر تک بیماری میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے اور فلاں احمدی کو دیر تک نزع ہوتا رہا وغیرہ وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ عقیدہ میں کوئی خرابی ہے تب ہی تو ایسا مرتے ہیں۔

میں نے پوچھا کہ پھر کیسا مرنا چاہیئے تھا کہنے لگے بس وہ چار دن بیمار رہے اور دوا ایک ہچکی آئی کام تمام ہو گیا۔ ایسی موت علامت ہے نیکوکاروں کی۔

اس پر میں نے کہا کہ "اگر کوئی مشرک اس طرح کی موت مرے تو؟" اس کے بعد وہ خاموش رہے اور آگے نہ بڑھے۔

میرا خیال تھا کہ یہ ان کا ذاتی و ذوقی خیال ہوگا۔ دوسرے مسلمانوں کا ایسا خیال نہیں ہوگا۔ مگر حال ہی میں ایک پمفلٹ دیکھ کر مجھے معلوم ہوا کہ دوسرے مسلمانوں کا بھی ایسا ہی خیال ہے۔ اس پمفلٹ میں بیسیوں امراض کا نام گن کر بتایا گیا ہے کہ احمدی ان امراض میں گرفتار ہو کر فوت ہوئے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا عقیدہ درست نہیں ہے۔ طرفہ یہ کہ اس میں بھی ریل سے کٹ کر مرنے اور گر کر مرنے کا ذکر ہے۔ اور یہ بھی وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ان کی جماعت کے لوگ بھی اس طرح کے حادثات و امراض سے بچ نہیں سکے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا دین اسلام میں کوئی ایسی بات پائی جاتی ہے کہ جس سے معلوم ہو سکے کہ سچے دیندار متقی لمبی بیماری میں مبتلا ہو کر فوت نہیں ہوتے یا نزع کی حالت میں دیر تک پڑے نہیں رہتے۔ کرب و بے چینی دیر تک نہیں ہوتی۔ گر کر فوت نہیں ہوتے یا کسی حادثہ کا شکار نہیں ہوتے وغیرہ وغیرہ۔

سب سے پہلے ہماری نظر اس ذات ستودہ صفات حضرت نبی کریم صلعم کی وفات حسرت آیات کی طرف جاتی ہے کہ آپ کی وفات کے بارے میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جن کے بارے میں حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا ہے کہ آدھا دین عائشہ سے سیکھو فرماتی ہیں کہ:۔

"پہلے میرا خیال تھا کہ نیک لوگوں کی وفات کرب و بے چینی سے خالی اور بڑی آسانی سے ہو جاتی ہے (مفہوم) مگر حضرت نبی کریم صلعم کی وفات کو دیکھ کر میرا یہ خیال بدل گیا۔ موت کی سختی یا آسانی کو دیکھ کر کسی کے نیک یا بد ہونے کا قیاس نہیں کیا جا سکتا۔ آپ پر کرب و بے چینی بہت تھی۔ آپ بار بار پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالتے اور بدن پر ملتے تھے۔ بہت جلن محسوس کرتے تھے وغیرہ وغیرہ۔ آپ سے بڑھ کر کون نیک ہو سکتا ہے۔ آپ سے بڑھ کر کون خدا کا پیارا ہو سکتا ہے جب آپ کا یہ حال تھا تو دوسروں کا کیا کہنا؟

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوتے ہیں تو سخت گھبراہٹ اور بے چینی محسوس کرتے ہیں۔ کبھی ایک کروٹ پر لیٹتے ہیں کبھی دوسری کروٹ پہ لیٹتے ہیں مگر کسی طرح کل نہیں پڑتی۔ کسی نے آپ سے بے چینی کا سبب پوچھا تو آپ نے اپنے بدن پر سے کپڑا اٹھا کر دکھایا۔ کہ دیکھو یہاں تیر کا زخم ہے یہاں تلوار کا زخم ہے اس طرح سارے بدن کو دکھایا جو سارے کا سارا داغدار تھا۔ اور تیر تلواروں کے گھاؤ کے نشانات سے بھرا ہوا تھا۔ پھر فرمایا کہ میں دشمنوں کے نرغوں میں بے دھڑک گھس جاتا تھا تا خدا کی راہ میں لڑتے لڑتے مارا جاؤں تو شہادت کا درجہ پاؤں مگر موت تو اس وقت نہ آئی اب جو آئی ہے تو بوڑھی عورتوں کی طرح گھر میں مر رہا ہوں۔ کیا حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عقائد میں بھی کوئی شبہ تھا؟

حضرت نبی کریم صلعم نے چند قسم کی اموات کا نام لے کر فرمایا ہے۔ کہ اس قسم کے موت سے مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ اس قسم کی موتوں پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو موت کہ اس کے پہلے کوئی علاج معالجہ کی مہلت نہ مل سکے۔ ایسی موت سے مرنے والوں کو شہادت کا درجہ ملتا ہے۔ بشرطیکہ وہ مومن ہوں۔ ان میں گر کر مرنا بھی ایک ہے۔

خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کے متعلق کس قسم کی موت کو پسند کیا ہے۔ اس پر غور کرتے ہوئے حسب ذیل آیت کریمہ پر غور کیا جانا چاہیئے فرماتا ہے:۔

یا ایھا الذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔

اے ایماندارو اللہ کا تقویٰ اس کی تمام شرائط کے ساتھ اختیار کرو اور تم پر صرف ایسے وقت میں موت آئے کہ تم پورے فرمانبردار ہو۔

چونکہ موت کی گھڑی کسی کو معلوم نہیں اسلئے لازم ہے کہ مومن ہر وقت ہی خدا کا فرمانبردار رہے۔ اس کی اس فرمانبرداری کی حالت میں موت جس وقت چاہے آ جائے۔ خواہ اچانک کسی حادثہ سے اس کی موت واقع ہو جائے۔ خواہ دیر تک بیمار رہ کر فوت ہو۔ خواہ رات کو فوت ہو خواہ دن کو۔

انبیاء و خدا کے مقربین کس قسم کی موت کو پسند کرتے ہیں؟ اس کے جواب میں ہمیں یہ آیت ملتی ہے۔ خدائے تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔

ووصی بھا ابراھیم بنیہ ویعقوب یا بنی ان اللہ اصطفیٰ لکم الدین فلا تموتن الا وانتم مسلمون۔

حضرت ابراہیمؑ نے اپنے بیٹوں کو اور اسی طرح حضرت یعقوبؑ نے اپنے بیٹوں کو اس بات کی تاکید کی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین کی خدمت کا کام چن لیا ہے۔ تو ہرگز نہ مرنا مگر اس حالت میں کہ تم اللہ تعالیٰ کے پورے فرمانبردار ہو۔

خدا کی پوری پوری فرمانبرداری کی حالت میں جو موت آ جائے وہی موت مبارک ہوتی ہے خواہ دیر تک بیمار رہ کر کوئی فوت ہو یا دیر تک نزع کی حالت اس پر طاری ہو۔

اسی طرح خدائے تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں حضرت یوسف علیہ السلام کی ایک دعا نقل کی ہے فاطر السموات والارض انت ولیّ فی الدنیا والآخرۃ توفنی مسلماً والحقنی بالصالحین۔ اے آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے خدا تو ہی دنیا و آخرت میں میرا مددگار ہے۔ مجھے کامل فرمانبرداری کی حالت میں وفات دے۔ اور مجھے صالحین کے ساتھ شامل فرما۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی کامل فرمانبرداری کی حالت میں جو موت آئے وہی موت خدا کو اور اس کے رسولوں کو پسند ہے۔

حضرت نبی کریم صلعم نے نماز جنازہ میں جس دعا کے پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے اس میں منجملہ دوسری دعاؤں کے ایک دعا یہ بھی ہے

اللّٰھم من احییتہ منا فاحیہ علی الاسلام ومن توفیتہ منا فتوفہ علی الایمان۔

الٰہی ہم میں سے جس کو تو زندہ رکھے اسے اسلام پر قائم رکھ اور جسے تو اپنے ہاں بلانا چاہے اُسے ایمان کے ساتھ وفات دے۔

مرنے والے کے پاس سورہ یٰسین کی تلاوت کرنے اور بار بار لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی تلقین کرنے کا ارشاد فرمایا ہے تا ہوش و حواس کے قائم رہنے تک اسے خدا رسول ملائکہ کتاب حشر و نشر وغیرہ پر ایمان رکھنے کی طرف بار بار توجہ دلائی جاتی رہے۔ تا اس کا خاتمہ ایمان پر ہو۔

حضور صلعم نے فرمایا ہے کہ ہر انسان پر توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے۔ مالم یغرغر (یعنی جب تک اس پر نزع کی حالت طاری نہ ہو) مراد آخری دم تک ساری عمر دوزخیوں کا کام کرتے رہتے جب کوئی چھپی ہوئی نیکی ابھر آتی ہے۔ اسے توبہ کی توفیق مل جاتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ جنت کا مستحق بن جاتا ہے۔ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جو نہایت ہی بدکار سفاک اور ظالم تھا سینکڑوں بے قصوروں کو اس نے قتل کیا۔ سینکڑوں کو یتیم و بے خانماں بنایا۔ اسی طرح پورے

(باقی صفحہ ۱۹ پر)

طبقۂ نسواں کا دستگیر

از مکرم مولوی محمد کریم الدین صاحب مولوی فاضل حیدرآبادی۔ قادیان

بانیٔ اسلام کا امتیاز حضرت رسولِ عربی محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے رحمۃ العالمین قرار دیا ہے۔ آپ تمام دنیا کے لئے باعث رحمت ہیں آپ کا وجود بابرکت دنیا کے ہر طبقے کا دستگیر اور محافظ ہے۔ اس ترقیٔ علوم کے زمانے میں گو مختلف مذاہب کے لوگ اس بات کے مدعی ہیں کہ ان کا مذہب عورتوں کے حقوق کی دیگر مذاہب سے زیادہ خبرگیری کرتا ہے اور اُن کے حقوق بیان کرتا ہے۔ لیکن ان کا یہ دعویٰ قابلِ التفات نہیں کیونکہ کوئی مذہب ایسا نہیں جو عورتوں کے حقوق اپنے ہادی کی طرف سے پیش کرے۔ بلکہ موجودہ زمانے کے تمدنی حالات کے پیشِ نظر اپنا دعویٰ بیان کیا جاتا ہے چونکہ بانیٔ اسلام کے سوا دیگر پیشوایانِ مذاہب صرف خاص قوم اور خاص زمانے کے لئے مبعوث ہوئے تھے اس لئے وہ عورت کے حقوق کے بارے میں بہت حد تک خاموش ہیں۔ چنانچہ اسلام سے قریب زمانے کا مذہب مسیحیت بھی اس بارے میں کوئی مشرح تعلیم پیش نہیں کرتا۔ بلکہ پولوس جس کو محققین نے موجودہ مسیحی عقائد کا بانی قرار دیا ہے عورت کے متعلق لکھتا ہے "چاہیئے کہ عورت چپ چاپ کمال فرمانبرداری سے سیکھے اور میں پروانگی نہیں دیتا کہ عورت سکھلائے۔ یا آپ شوہر پر حاکم بن بیٹھے بلکہ خاموشی کے ساتھ رہے۔ کیونکہ پہلے آدم بنایا گیا۔ بعد اس کے حوا۔ اور آدم نے فریب نہیں کھایا پر عورت فریب کھا کے گناہ میں پھنسی۔

(۱ تمطاؤس باب ۲ درس ۱۱-۱۴)

پولوس کی مندرجہ بالا عبارت سے ظاہر ہے کہ وہ عورت کو ایک بے زبان حیوان کی طرح چپ رہنے کا حکم دیتا ہے اور یورپ کا طریق عمل مسیحیت کے لئے باعثِ فخر نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ مسیح کے حکم سے پیدا نہیں ہوا بلکہ علوم کی ترقی یا اسلام کی صحبت کا نتیجہ ہے جس پر تاریخ کے اوراق شاہد ہیں۔ ہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود ہی ہے۔ جس نے اس مظلوم فرقہ کے بلند کرنے کی طرف بھی توجہ کی۔

اسلام سے قبل عورت قبل اس کے کہ آنحضرت صلعم کی تعلیمات کو اس بارے میں پیش کیا جائے۔ ضروری ہے کہ ہم زمانہ اسلام سے قبل کی عورت کی حالت پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں۔ اس میں شک نہیں کہ خانہ بدوش بدوی لوگ خوبصورت جنس کے لئے بہادرانہ جذبات رکھتے تھے۔ مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ صحرائے عرب کے باشندوں نے ان جذبات شجاعت و تہور کو اپنی دیگر عادات کی بنا پر بدنام کر رکھا تھا۔ اور فرقہ اناث کے متعلق ایسے ذلت آمیز اور پُرحقارت خیالات ان کے مزاج میں سرایت کر چکے تھے کہ جن کی وجہ سے آدم کی بیٹیاں قعرِ ذلت میں پڑی ہوئی تھیں۔ تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شہر و دیہات تجارت کا مرکز تھے ان میں عورتوں کی حالت خصوصیت سے قابلِ رحم تھی۔ اور یہ غریب فرقہ زبردست جنس کے ظلم و ستم کا تختۂ مشق تھا۔ لڑکی کی پیدائش کو عار اور ذلت سمجھا جاتا۔ بعض قبائل میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا۔ ان میں مناکحت کا رشتہ بہت کمزور تھا۔ عورت کو اپنی شادی کے متعلق اظہار رائے کا حق حاصل نہ تھا شادی کے بعد وہ میاں کی جائداد متصور ہوتی تھی۔ اور جس طرح باپ کے ترکہ پر بیٹا تصرف کرتا تھا۔ اسی طرح اپنی حقیقی ماؤں کے علاوہ باپ کی دوسری بیویوں کا بھی وہ وارث ہوتا اور ان کو بھی مال کی طرح تقسیم کیا جاتا۔ بیویوں کی کوئی تعداد محدود نہ تھی اور ازدواجی زندگی میں ان سے بے رحمانہ سلوک برتا جاتا تھا۔ وہ ورثہ کی حقدار تسلیم نہیں کی جاتی تھی۔ سوسائٹی میں اس کے کوئی حقوق نہ تھے۔ مختصر یہ کہ عورت کو جب بھی چاہتا پرانے کپڑے کی طرح پھینک دیا جاتا۔ اور ان کا کام یہی سمجھا جاتا کہ وہ غلاموں کی طرح خاوندوں کے ساتھ رہیں۔ اور یہ خیال کیا جاتا تھا کہ مردوں پر عورتوں کے کوئی حقوق نہیں۔

عورت کا احترام عورتوں کے حقوق کے متعلق سب سے پہلا حکم جس کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم عورتوں کو پست حالت سے بلند کر کے مردوں کے برابر لا کھڑا کرتے ہیں یہ ہے کہ "واللّٰہ جعل لکم من انفسکم ازواجا" (نحل ع ۱۰) یعنی اللہ تعالےٰ نے تمہاری ہی جنس سے تمہاری بیویاں پیدا کی ہیں پس تمہیں نہیں چاہیئے کہ تم انہیں حقیر چیز سمجھ کر حقارت کی نظر سے دیکھو۔ اسی طرح آپ نے یہ تعلیم بھی پیش کی کہ "ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" (بقرہ) یعنی عورت مرد کے لئے بمنزلہ لباس ہے اسی طرح مرد بھی عورتوں کے لئے لباس ہیں جس طرح انسان لباس کے ذریعہ سردی گرمی سے بچتا۔ اپنا ننگ ڈھانپتا اور زینت و تجمل اختیار کرتا ہے۔ اسیطرح انسان میں طبعاً موانست کی خواہش پائی جاتی ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ کوئی اس کا یار غمگسار ہو، محرمِ راز ہو۔ اس کی یہ خواہش بھی مرد و عورت کے تعلق سے تکمیل پذیر ہوتی ہے ان میں سے ایک کی عزت دوسرے کی عزت ہوتی ہے۔ پس اس لطیف مثال کے ذریعہ آپ نے فرقۂ اناث کی اعلےٰ حیثیت کو قائم کیا ہے۔ اور حوا کی بیٹیوں کو ذلیل سمجھنے والوں کو پُرمغز نصیحت فرمائی ہے۔

دختر کشی کا انسداد اسی طرح آپ نے دختر کشی کو روکنے کے لئے لوگوں کی توجہ کو یوم حساب کی طرف مبذول کیا ہے کہ "واذا الموءدۃ سئلت بای ذنب قتلت" (سورۂ تکویر ع ۱) یعنی ایک وقت ایسا آئیگا جب زندہ دفن کی ہوئی لڑکی سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ کے بدلے میں قتل کی گئی۔ الغرض عورت کو سوسائٹی کا بدنما داغ سمجھنے والوں پر یہ بات واضح کی کہ اس کا وجود انسان کے لئے کسی عار کا باعث نہیں ہے وہ بھی خدا کی مخلوق ہے جس طرح تم خدا کی مخلوق ہو۔

لڑکیوں کی تربیت عورتوں کی قابل رحم حالت معلوم کر کے رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کی تربیت اور ان کی خبرگیری کا خاص طور پر حکم دیا۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

"من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیامۃ انا وھو کھاتین"

کہ جو شخص دو لڑکیوں کی نگہداشت و تربیت ان کے بالغ ہونے تک کرے گا وہ اور میں دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گے اس موقعہ پر آپ نے اپنی دونوں انگلیوں کو جوڑ کر دکھلایا۔ دیکھیئے! حضرت رسول پاک صلعم کے دل میں صنفِ نازک کے حقوق کا کتنا درد ہے کہ آپ ان کی تربیت کرنے والے کو یہ مژدۂ جانفزا سناتے ہیں کہ قیامت کے دن بھی وہ میرا رفیق ہوگا۔ جس شخص کو سرور کائنات صلعم کی رفاقت اگلے جہان میں بھی میسر ہو۔ اس کی خوش نصیبی میں کیا شک ہو سکتا ہے

اسی طرح صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے "جاءتنی امرأۃ معھا ابنتان تسألنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتھا فقسمتھا بین ابنتیھا ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال من یلی من ھذہ البنات شیئا فاحسن الیھن کن لہ سترا من النار (بخاری جلد ۴ کتاب الادب باب الرحمۃ الولد.....) میرے پاس ایک عورت جس کے ساتھ دو لڑکیاں تھیں کچھ مانگنے آئی۔ میرے پاس ایک کھجور تھی سو میں نے اس کو دے دی۔ اس (عورت) نے اس (کھجور) کو اپنی دونوں لڑکیوں میں تقسیم کر دیا پھر وہ اٹھ کر چلی گئی۔ اس کے بعد نبی کریم صلعم تشریف لائے تو میں نے آپ کو یہ واقعہ سنایا۔ آپ نے فرمایا جس شخص کو اس طرح لڑکیاں ملیں اور پھر وہ ان سے اچھا سلوک کرے تو وہ اس کو آگ سے بچانے کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ اس حدیث سے بھی ظاہر ہے کہ آپ نے لوگوں میں لڑکیوں سے نفرت کے خیالات کو دبا کر اُن سے حسن سلوک کرنے اُن کی عمدہ تربیت کرنے اور ان سے پوری محبت کرنے کے جذبے کو بیدار کیا ہے۔ اور یہ کہ خدا تعالےٰ بھی ان کے اس جذبے کی قدر کرے گا اور ان کی کوتاہیوں سے درگزر کرے گا۔

مرد و عورت کا اجر یکساں ہے ارشاد باری "وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون" کی روشنی میں انسان کی زندگی کا اصل مقصد خدا تعالےٰ کی عبادت ہے۔ اس لئے انصاف اس بات کا متقاضی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کو روحانی ترقی کی تکمیل کا برابر موقعہ دیا جائے۔ جسمانی حالات کے مطابق گو ان کے دائرے جدا جدا قائم ہو گئے۔ لیکن ان کی زندگی کا روحانی مقصد ایک ہی ہے۔ اس اصل کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تعلیم پیش کی کہ۔

"ان المسلمین والمسلمات
والمؤمنین والمؤمنات
والقنتین والقنتات
والصدقین والصدقت
والصابرین والصابرات
والخاشعین والخاشعات
والمتصدقین والمتصدقات
والصائمین والصئمت
والحافظین فروجھم و
الحافظات والذاکرین
اللہ کثیرا والذاکرات
اعد اللہ لھم مغفرۃ
واجرا عظیما (احزاب ع ۵)

مسلمان مرد مسلمان عورتیں۔ ایماندار مرد ایماندار عورتیں۔ فرمانبردار مرد فرمانبردار عورتیں۔ سچ بولنے والے مرد سچ بولنے والی عورتیں صبر کرنے والے مرد صبر کرنے والی عورتیں۔ عاجزی کرنے والے مرد عاجزی کرنے والی عورتیں صدقہ دینے والے مرد صدقہ دینے والی عورتیں روزہ رکھنے والے مرد روزہ رکھنے والی عورتیں۔ اپنے فروج کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور بہت یاد کرنے والی عورتیں ان سب کے لئے اللہ تعالیٰ نے مغفرت اور بڑا اجر تیار کر رکھا ہے

اس آیۂ کریمہ میں روحانی ترقی کے منازل میں عورت کو مرد کے ساتھ ساتھ رکھا ہے اور یہ صرف دعوے ہی نہیں بلکہ مرد کی طرح ایسی عورتیں پیدا ہوتی رہی ہیں جنہوں نے اعلیٰ سے اعلیٰ روحانی منازل کو طے کیا حتیٰ کہ خدا کے مکالمہ سے بھی مشرف ہوئیں مثال کے طور پر قرآن مجید میں اُمّ موسیٰ۔ مریم صدیقہ وغیرہ کا بیان ہے۔ پھر فرمایا " ومن یعمل من الصالحات من ذکر او انثیٰ وھو مؤمن فاولٰئک یدخلون الجنۃ ولا یظلمون نقیرا (نساء ۱۲۳) یعنی جو کوئی نیک کام کرے خواہ مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو تو ایسے سب لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ اور ان پر کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی ظلم نہیں کیا جائے گا"

پس رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عورت کو گناہ کا بانی قرار نہیں دیا۔ اور نہ ہی اس کی قنوطیت پیدا کی۔ بلکہ اُمید و رجا کے پہلو کو غالب کرتے مردوں کے برابر روحانی حقوق بھی ناری کو عطا کئے

عورتوں سے حسنِ سلوک حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے طبقۂ نسواں کی مظلوم حالت کے پیشِ نظر ان سے نرمی اور محبت سے پیش آنے کی تعلیم دی کہ " وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسیٰ ان تکرھوا شیئًا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا " (نساء ع ۳) یعنی عورتوں سے نہایت عمدہ معاملہ کرو اور ان سے نفرت نہ کرو اگر بالفرض وہ تم کو پسند نہ آئیں تو بھی یاد رکھو کہ ممکن ہے جس چیز کو تم ناپسند کرتے ہو اسی میں اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے بہت خوبیاں رکھی ہوں۔

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا استوصوا بالنساء خیرا فانھن خلقن من ضلع وان اعوج شیئ فی الضلع اعلاہ فان ذھبت تقیمہ کسرتہ وان ترکتہ لم یزل اعوج فاستوصوا بالنساء خیرا (بخاری جلد ۳ کتاب النکاح باب المداراۃ مع النساء) یعنی عورتوں سے مہربانی کا سلوک کرو کیونکہ عورت ایک پسلی سے بنی ہوتی ہے جس کا حصۂ بالا ٹیڑھا ہے اگر جا کر تم اس کو سیدھا کرنے کی کوشش کرو گے تو اس کو توڑ کر رکھ دو گے۔ اگر تم اسے یوں کا توں چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں سے مہربانی کا برتاؤ کرو۔ اور آپ نے یہ حکم نہایت تاکید کے ساتھ دیا۔ حتیٰ کہ حجۃ الوداع میں آپ نے آخری خطبہ میں بھی عورت سے حُسنِ سلوک کرنے کی تاکید کی۔ اسی طرح فرمایا خیرکم خیرکم لاھلہ وانا خیرکم لاھلی (ابن ماجہ) یعنی تم میں سے سب سے بہتر وہی ہے جو اپنی بیوی سے نیک سلوک کرتا ہے۔ اور میں سب سے بہتر ہوں کیونکہ میرا سلوک اپنی بیویوں سے تم سب سے بہتر ہے۔

بیوی کے حقوق کے بارے میں حکیم بن معاویہ کے باپ نے آپ سے دریافت کیا۔ آپ نے جواب دیا " ان تطعمھا اذا طعمت وتکسوھا اذا اکتسیت ولا تضرب الوجہ ولا تقبح ولا تھجر الا فی البیت " (ابن ماجہ) یعنی جو آپ کھاؤ سو اسے کھلاؤ۔ اور جب تم نئے کپڑے پہنو تو اس کو بھی ایسے ہی بنوا دو۔ کبھی اسے منہ پر نہ مارنا اور نہ اُسے کوئی بُرا کلمہ کہو۔ اور اس سے کبھی جُدا نہ رہو سوائے گھر کے اندر۔ پس مرد کو تنبیہہ کی گئی ہے کہ عورت کی جسمانی کمزوری اور ماتحت طرزِ زندگی سے کوئی ناجائز فائدہ نہ اُٹھائے۔

عورت گھر کی بادشاہ ہے حضرت ابن عمرؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ قال کلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ والامیر راع والرجل راع علیٰ اھل بیتہ والمرأۃ راعیۃ علیٰ بیت زوجھا وولدہ فکلکم راع وکلکم مسئول عن رعیتہ (بخاری جلد ۲ کتاب النکاح باب المرأۃ راعیۃ ...) فرمایا تم میں سے سب کے سب اپنی اپنی جگہ بادشاہ ہیں اور تم سب سے پوچھا جائے گا کہ تم نے اپنے ماتحتوں اور زیر دستوں سے کیا سلوک کیا۔ اگر کوئی بادشاہ ہے تو اس سے دریافت کیا جائے گا کہ اس نے اپنی رعایا سے کیا برتاؤ کیا اسی طرح مرد اپنے خاندان کا بادشاہ ہے۔ اور وہ اپنے گھر کے تمام آدمیوں کی نسبت قابلِ پرسش ٹھہرایا جائے گا نیز عورت اپنے میاں کے گھر میں بادشاہ ہے۔ اس کی اپنے بچوں پر حکومت ہے اس سے ان کے متعلق پرسش ہوگی

اس حدیث میں عورت کو مرد کے گھر کا بادشاہ قرار دیا ہے۔ یہاں اس بات کی توضیح بھی ضروری ہے کہ اس سے عورت کا احاطۂ اقتدار محدود نہیں ثابت ہوتا۔ بلکہ بات یہ ہے کہ خانگی امور میں بیوی کا سلسلہ اس قدر وسیع ہے کہ اگر وہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کرے اور اپنے تئیں میاں کا مشفق و مددگار سمجھے تو دن بھر میں وہ بمشکل اس سے عہدہ برآ ہو سکتی ہے۔ عورت کا دائرہ حکومت اس کی بساط و طاقت کے مطابق کافی ہے۔

سوشل حقوق حضرت نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عورت کو سوسائیٹی میں ایک ذمہ دار ممبر کی جگہ دی ہے۔ اور ہم جائز فخر کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ صرف آپؐ ہی کی ذات والا صفات ایسی ہے جس نے عورت کی طاقت و قابلیت کے لحاظ سے اس کو اس کا جائز حق سوسائیٹی میں دلایا۔ اور اس جنسِ لطیف کو اس مقامِ عزت پر بٹھایا جو اس کی غیر مسلم بہن کو میسر نہیں۔

شادی اسلام سے قبل مناکحت کا رشتہ بھی نہایت کمزور تھا۔ لیکن آنحضرت صلعم نے شادی کو ایک معاہدہ بنا دیا جو فریقین کی رضامندی سے عمل میں آتا ہے۔ پھر شادی کے لئے عورت کا مہر مقرر فرمایا جس کے بغیر نکاح نہیں ہو سکتا۔ یہ مہر عورت کی اپنی جائداد ہے اور اس کی کسی بھی جائداد پر خواہ وہ شادی سے پہلے کی ہو یا بعد کی تصرف کرنے کا کسی مرد کو کوئی حق حاصل نہیں۔ عورت کا اختیار ہے کہ وہ اپنی جائداد کو رکھے یا فروخت کر دے۔ فرمایا " للرجال نصیب مما اکتسبوا وللنساء نصیب مما اکتسبن " یعنی مردوں کا ان کی اپنی کمائی میں حصہ ہے اور عورتوں کا اپنی کمائی میں حصہ ہے۔ بلکہ مردوں پر کچھ ایسی پابندیاں عائد کر دی گئی ہیں جن کی رو سے فرقۂ اناث کو ایک جداگانہ حیثیت حاصل ہو گئی ہے۔ چنانچہ فرمایا فاٰتوھن اجورھن فریضۃ (نساء ۲۴) یعنی عورتوں کو اُن کے حق مقرر ہو چکے ہیں دو۔ اور پھر فرمایا اٰتوھن اجورھن بالمعروف (نساء ۲۰) یعنی عورتوں کو ان کے حقوق دستور کے موافق دو۔

طلاق چونکہ شادی ایک معاہدہ ہے اسلئے اسلامی قانونِ شریعت کے مطابق ہر دو فریق اس بات کے مجاز ہیں کہ وہ مخصوص حالات کے وقت عند الضرورت اس معاہدے کی تنسیخ عمل میں لا سکیں۔ اس تنسیخ کا نام قانونِ شریعت نے طلاق رکھا ہے۔ جس طرح مرد بصورت ناموافقت و ناچاقی وغیرہ عورت کو طلاق دے سکتا ہے۔ اسی طرح عورت کا بھی یہ پورا حق ہے کہ وہ جب مرد کو ظالم پائے یا ناحق اسکو مارتا ہو اور اسی طرح ناقابلِ برداشت بدسلوکی کرتا ہو یا کسی اور وجہ سے ناموافقت ہو یا اس کا خاوند در اصل نامرد ہو۔ یا تبدیلِ مذہب کرے یا ایسا ہی کوئی سبب پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے اس عورت کا اس گھر میں رہنا ناگوار ہو تو وہ حاکمِ وقت سے شکایت کر کے اپنا نکاح فسخ کرا سکتی ہے جس کو اسلامی اصطلاح میں " خلع " کہتے ہیں۔ پس فسخِ نکاح میں مرد و عورت کے اختیارات کو غیر مساوی سمجھنے والے غلطی پر ہیں آنحضرت صلعم نے عورت کو اس حق سے محروم نہیں کیا۔

مثلاً حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ ثابت بن قیس کی بیوی نے آنحضرت صلعم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے خاوند کے پاس اس کے کفر کی بناء پر رہنا ناپسند کیا تو آپؐ نے اس سے طلاق دلوا دی۔ (بخاری جلد ۳ کتاب الطلاق باب الخلع)

حقوقِ وراثت حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اگر مرد کو باپ۔ بیٹے۔ بھائی اور خاوند وغیرہ کی حیثیت سے مال کا حقدار ٹھہرایا ہے تو عورت کو بھی ماں۔ بیٹی بہن اور خاوند وغیرہ کی حیثیت سے حصہ دار مقرر کیا ہے اور طبقۂ نسواں پر صرف آپ ہی کا زبردست احسان ہے کسی اور ہادی نے عورت کو یہ مقام نہیں دیا۔ چنانچہ آپؐ نے یہ تعلیم پیش کی کہ

" للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون وللنساء نصیب مما ترک الوالدان والاقربون مما قل منہ او کثر۔ نصیبا مفروضا (نساء ع ۱)

یعنی جو مال و اسباب والدین یا قریبی رشتہ دار چھوڑ مریں اس میں مردوں کے لئے حصہ ہے اور ایسا ہی جو کچھ والدین یا اقرباء چھوڑ مریں اس میں عورتوں کے لئے حصہ ہے تھوڑا ہو یا بہت بہرحال ان کے لئے مقررہ حصہ ہے۔

آگے اسی سورت میں مقررہ حصص کی تفصیل ہے اور اس سورۃ (یعنی نساء) کو عورتوں کے نام سے موسوم کر کے پھر اس میں عورت کے حقوق کا ذکر فرما کر اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا ہے کہ آپ حقیقت میں تمام دنیا کیلئے اور ہر طبقہ کیلئے موجب رحمت ہیں اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی حیرت انگیز کامیابی

:- (از مکرم قاضی عطاء الرحمٰن صاحب عباسی۔ ادیب فاضل قادیان) :-

دنیا میں جس قدر انبیاء اور مرسلین جتنے مصلحین و فاتحین گذرے ہیں کسی نے بھی اپنے مقاصد میں وہ کامیابی و ظفر، فتح و نصرت حاصل نہیں کی جو حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے کی۔ تمام دنیا آپ کی فوق العادت کامیابی، خارق عادت نصرت کو دیکھ کر حیرت زدہ ہے۔ اور آپ کے حالات زندگی کو ایک خواب کا سا نظارہ سمجھتی ہے۔ مسلمان اور خصوصاً ہم احمدی مسلمان تو آپ کی اس فتح و نصرت کو منجانب اللہ اور ایک معجزہ عظیم سمجھتے ہیں۔

چونکہ آپ سید المرسلین تھے اور خاتم النبیین تھے۔ ضرور تھا کہ آپ کی قوت اصلاح آپ کی فتح و نصرت بھی تمام رسولوں۔ تمام نبیوں اور تمام مصلحین و فاتحین سے بڑھ کر ہوتی۔ چنانچہ فی الواقعہ ایسا ہی ہوا۔ اور اس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ ہمارے غیر مسلم مخالفین بھی جب آپکی اصلاح قومی اور فتح ملکی اور خارق عادت ترقی کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو انہیں اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ واقعی آپ کی اصلاح آپ کی کامیابی کی نظیر کسی فاتح اور کسی مصلح کی زندگی میں ہرگز ہرگز نہیں مل سکتی چنانچہ مسٹر کارلائل جیسے مشہور و معروف فلاسفر نے بھی باوجود عیسائی ہونے کے اپنی کتاب "HEROES AND HERO WORSHIP" میں تمام جرنیلوں اور مصلحین میں سے آنحضرت محمد صلعم کے انتخاب سے اپنی کتاب کو زینت دی ہے۔ علاوہ ازیں آپ کسی غیر مسلم مؤرخ کی تاریخ پڑھیں۔ کسی یورپین مصنف و محقق کی سیرت النبی پر نظر ڈالیں تو آپ کو چند فروعی اختلافات کے سوائے ہر جگہ رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک عظیم ترین روحانی انقلاب لانے والے کی حیثیت میں دیکھیں گے۔

آنحضرت صلعم کے حالات زندگی ہر ایک شخص کو کیوں نہ ورطۂ حیرت میں ڈالیں اور کیوں نہ خارق عادت اور بے نظیر سمجھے جاویں۔ کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ ایک یتیم بچہ جو ابھی ماں کے پیٹ میں تھا کہ اس کا باپ دنیائے ناپائیدار سے انتقال کر گیا۔ اور اس طرح وہ سایہ عاطفت پدری سے محروم رہا۔ کچھ عرصہ بعد اس کی والدہ ماجدہ بھی رحلت کر گئیں۔ اور وہ کنار شفقت مادری سے بھی بے بہرہ ہو گیا۔ اس کا دادا پرورش کا متکفل ہوا۔ کچھ عرصہ بعد وہ بھی داغِ مفارقت دے گیا۔ اس کا بچا حامی بنا وہ بھی قوم کی مخالفت کو ذرہ برابر کم نہ کر سکا اور آخر کار سخت مصیبت اور پرلے درجہ کی خستہ حالت میں چھوڑ کر وہ بھی دوسری دنیا کو سدھار گیا۔ کوئی وسیلہ ظاہری باقی نہ رہا۔ یہ بچہ اس کسمپرسی اور بے بسی کی حالت میں پروان چڑھا۔ اور تعجب کی بات ہے کہ کسی مکتب میں ایک حرف تک نہ پڑھا لکھا۔ نہ اس کے پاس مال و زر ہے کہ جس کے بھروسہ پر وہ کوئی کام کر کے سرسبزی کی امید رکھ سکے۔ غرضیکہ دنیاداروں سے ناامید اور دنیا نے اس کو چھوڑا ہوا ہے۔ چالیس سال کے بعد وہ دعویٰ کرتا ہے کہ خدا نے مجھے اپنی رسالت کے لئے برگزیدہ کیا اور اسے میری قوم میں تیری اصلاح کے لئے مامور ہوا ہوں۔ اور ایک نجات دینے والا پیدا ہوا ہوں۔ سن رکھو کہ جو شخص میری بات مانے گا وہ دینی و دنیوی انعامات کا مستحق ہوگا۔ اور جو شخص میرے احکام سے جو خدا ئے واحد و لاشریک کے احکام ہیں انحراف کرے گا۔ وہ غضب الٰہی کا مورد اور عذاب شدید کا مستحق ہوگا اس دنیا میں بھی تباہ حال اور ذلیل اور اس دنیا میں بھی رسوا اور خوار ہوگا خدا تعالےٰ کا یہ پیغام اس نے اپنی قوم کو پہنچایا۔ اس کی قوم جو نہایت درجہ کی جاہل، امی اور وحشی قوم تھی نے نہ صرف اس کے پیغام کو ہی رد کیا بلکہ ہنسی، ٹھٹھا، طعن و تشنیع، ملامت و دلخراش سبوں سے اس کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ حتیٰ ازیں کہ تیرہ برس کی لمبی مدت تک اس کو اور اس کے چند متبعین کو سخت درجہ اذیت پہنچا کر تباہ حال کر دیا۔ ان کی بے لگام زبانیں کوئی گالی گلوچ اور گستاخانہ الفاظ باقی نہیں چھوڑتیں جو اس منجی قوم کے حق میں کہہ نہ لیا ہو۔ شاعر، ساحر، کاہن، کاذب، مفتری، جعلساز غرضیکہ تمام گندے الفاظ اس کے حق میں کہے گئے۔ دلخراش طعنوں سے اسے تنگ کیا گیا۔ کوئی دکھ کوئی تکلیف اور کوئی ایذا نہیں جو اسے پہنچائی گئی ہو۔ تین برس تک اسے شعب ابی طالب میں محصور رہنا پڑا۔ کئی دفعہ اسے اور اس کے متبعین کو اپنی قوم کے ظلم سے وطن چھوڑنا پڑا۔ اور ان تعصب کی حد یہ کہ آخر کار اس مظلوم کو سخت ظلم و ستم، جور و جفا کا نشانہ بنانے کے بعد قتل کر کے اس کا کام تمام کر دینے کو تیار ہو گئے سب نے مل کر رات ہی رات کو قتل کر دینے کا منصوبہ بنایا۔ ایسی حالت میں دنیا کا کوئی پولیٹکل آدمی ہرگز ہرگز یہ خیال نہیں کر سکتا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے مقاصد میں کامیاب ہوں گے اور قوم کے منجی اور ملک کے فاتح بنیں گے۔ لیکن تھوڑے عرصہ بعد کیا دیکھتے ہیں کہ وہی مظلوم پیغمبر اس ظالم اور تباہ کار قوم کے ہاتھ سے نجات پا کر ترقی کرتا ہوا ایک عظیم الشان مصلح اور بادشاہ بن جاتا ہے۔ جس کی ترقی اور عروج کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی۔ وہی تمام قومیں جو ابتداء میں اس کو ذلیل اور کسمپرس سمجھتی تھیں۔ اور نہایت درجہ کی ایذاء اور تکلیف دیتی رہیں۔ اب مدینہ کی چند سالہ زندگی کے بعد سب کی سب آپ کے پاؤں پر گرتیں اور اپنے قصوروں کا اعتراف کر کے اس کو سچا منجی اور حقیقی فاتح اور بے نظیر مصلح و رسول یقین کر لینے پر مجبور ہوتی ہیں!!

جو قوم اس کے مقابل آتی ہے فنا ہو جاتی ہے۔ جو فرد اس سے ٹکراتا ہے چورچور ہو جاتا ہے۔ اور وہ ایک ایسا عظیم الشان پیغمبر بن جاتا ہے کہ جس پر وہ گرتا ہے اسے چکنا چور کر دیتا ہے۔

وہی یتیم بچہ ایک وقت ہے کہ کوہ حرا پر عالم تنہائی میں خدا کی عبادت میں مصروف ہے اور درویشانہ گوشہ نشین کی طرح گیان دھیان میں مشغول ہے۔ اس کے بعد قومی اصلاح کا بیڑہ اٹھاتا ہے اور قوم کو پیغام حق پہنچاتا ہے قوم بجائے اس کے کہ اپنے معلم روحانی اور حقیقی منجی کا شکریہ ادا کرتی۔ اس کی قوم اس کے ساتھ جنگ و جدال سے پیش آتی ہے اور اس کے خلاف تلوار اٹھاتی ہے۔ اور اس کی قدرتی آزادی میں مزاحم اور رخنہ انداز ہوتی ہے۔ اس سے چار و ناچار اس کو بھی تلوار کا مقابلہ تلوار سے کرنا پڑتا ہے۔ فیصلہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مظفر و منصور ہوتا ہے اس کی قوم سب کی سب تباہ اور خستہ و رسوا اور ذلیل ہو کر اس کے آگے آ جھکتی ہے۔ اور وہ رحیم دل مصلح ربانی لاتثریب علیکم الیوم کہہ کر اپنی کمال فیاضی و دریادلی سے سب کو معاف کر دیتا ہے۔ اور ظل رحمت میں جگہ دیتا ہے۔

ایک ہی شخص کو ایک وقت میں دیکھو تو کس مپرس اور یتیم ہے۔ دوسرے وقت کوہ حرا میں یا وادیٔ میں گوشہ نشین ہے۔ تیسرا نظارہ دیکھو تیرہ برس تک اس کی حالت بڑی مبتذل اور ستیم ہے۔ پھر اس کی زندگی کا آخری نظارہ دیکھو تو وہ ملک کا ایک زبردست فاتح اور شہنشاہ عظیم ہے۔ ایک ہی شخص کی زندگی میں یہ انقلابات عجیبہ واقعی کمال حیرت بخش اور خدا تعالےٰ کی قدرت عظیمہ کو یاد دلانیوالے ہیں۔ ایک خداپرست آدمی ان مختلف و متضاد حالات کو دیکھ کر بے اختیار اللہ اکبر کہہ اٹھتا ہے۔ اسلام کا کوئی شدید مخالف ہو یا حقیقی شیدائی جوں جوں وہ آنحضرت صلعم کے حالات زندگی پر غور کی نگاہ ڈالتا ہے۔ تعجب در تعجب میں پڑ جاتا ہے۔

مخالف سے مخالف بھی جب اس امی اور یتیم شخص کے ابتدائی حالات کو زیر نظر رکھ کر جب آپ کی آخری زندگی پر غور کرتا ہے تو اسے عجیب حیرت ہوتی ہے وہ جس پہلو سے بھی آنحضرت صلعم کی زندگی کو دیکھتا ہے بے نظیر پاتا ہے۔ شجاعت میں اس کا ثانی نہیں دیکھتا۔ فصاحت میں اس کا مدمقابل نظر نہیں آتا۔ وہ تمام دنیا کو تا قیامت بسورۃ من مثلہٖ کہہ کر اپنے نازل شدہ کلام الٰہی کی مثل لانے کے لئے تحدی کرتا ہے۔ مگر کوئی مقابل پر آج تک آ نہیں سکا۔ اس کی تعلیم کا ایسا اثر ہوتا ہے کہ اپنی زندگی میں ہی ایسی اکھڑ اور جاہل قوم کو وحشی سے انسان اور انسان سے بااخلاق انسان اور بااخلاق انسان سے باخدا انسان بنا دیتا ہے۔ نتائج ایسا ہے کہ اپنی زندگی میں فتح و نصرت کا جھنڈا سارے عرب پر گاڑ چکا ہے۔ جس پر کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی حکومت کرنے کی ہمت نہیں ہوئی تھی۔ اپنے متبعین میں وہ روح پھونکتا ہے کہ دس ہی سال کے عرصہ میں وہ ایسی فتوحات حاصل کرتے ہیں۔ جو دوسرے فاتحین کو سینکڑوں سالوں میں نصیب نہ ہو سکیں۔

آپ کے بعد عرب کے گرم اور ریتلے صحراؤں سے فوجیں اٹھیں اور ایک طرف سندھ سے اندلس تک اور دوسری طرف مصر سے مراکش تک تسلط جما لیا ہے۔ روم۔ ایران اور مصر کی سلطنتوں کو جو اپنے وقت کی نہایت منظم اور زبردست حکومتیں مانی گئی تھیں اس امی اور یتیم بچہ کی تعلیم اور روحانی جوش کی برکت سے چند ہی سال میں مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا گیا۔ کیا یہ واقعات حیرت انگیز۔ تعجب خیز۔

فوق العادت اور معجزنما نہیں؟ کیا یہ خدائی نصرت کا جیتا جاگتا ثبوت نہیں اگر یہ واقعات وقوع میں نہ آئے ہوتے تو ان کا تصور ایک خواب کا سا معاملہ معلوم ہوتا۔ مگر اللہ اکبر یہ تو حقیقی واقعات اور سچے حالات ہیں جو اس کسمپرسی اور یتیم بچہ کی تعلیم۔ تلقین اور محبت کے اثر سے وقوع پذیر ہوئے!!

اسی بزرگ نبی امی کی زبان سے اللہ تبارک وتعالیٰ نے کہلوایا کہ

اذا ھلک کسریٰ فلا کسریٰ بعدہ واذا ھلک قیصر فلا قیصر بعدہ

(جب کسریٰ ہلاک ہوگا پھر اس شان کا کوئی کسریٰ نہ ہوگا۔ اور جب قیصر ہلاک ہوگا پھر اس جیسا کوئی قیصر نہ ہوگا)

سو ایسا ہی ہوا۔ تھوڑی مدت گذرنے پر اس کے سچے متبعین نے ان ممالک کو فتح کر لیا اور نہ ہی کسریٰ رہا اور نہ قیصر خدا کے دین کا جھنڈا ہی بلند ہوا۔

یہ سارے واقعات ہمیں بتاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی یہ قدیم سنت ہے کہ وہ ہر زمانہ میں اپنی حی و قیوم ہستی کے اظہار کے لئے نیز بنی نوع انسان کی رہنمائی کے لئے اپنے انبیاء و مرسلین بھیجتا رہا ہے۔ اور رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تو اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں کا سردار بنا کر بھیجا ہے آپ کو ایک مکمل ضابطۂ حیات دے کر مبعوث فرمایا تھا پس آپ کو اپنے مشن کی تبلیغ و اشاعت میں جس قدر مشکلات آئیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ یعنی کتب اللہ لاغلبن انا ورسلی کے مطابق آپ کو ہمیشہ ہی کامیابی وکامرانی بخشی۔ اور دشمنوں کے ہر منصوبہ کو ناکام بنا دیا۔ اور تاریخ گواہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہی سلوک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے متبعین کے ساتھ بھی رہا۔

درود شریف کی اہمیت اور اسکی برکات

از جناب ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے مؤلف اصحاب احمدؓ۔ قادیان

درود شریف کی اہمیت کا ذکر ذیل کی آیت سے ظاہر ہے۔

انّ اللہ وملٰئکتہ یصلّون علی النبیّ یاایھا الّذین اٰمنوا صلّوا علیہ وسلّموا تسلیماً۔

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے اسکے لئے رحمت طلب کرتے ہیں۔ سو اے مومنو! تم بھی اس کے لئے رحمت و سلامتی کی دعائیں کرو۔

اصحاب الصفہ کی ایک خاص نشانی اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ حضرت مسیح موعودؑ پر درود بھیجتے ہیں۔ حضورؑ کو تین بار یہ الہام ہوا۔

" اصحاب الصّفّۃ وما ادراک ما اصحاب الصّفّۃ۔ ترٰی اعینھم تفیض من الدّمع۔ یصلّون علیک "

(تذکرہ طبع ثانی ص ۵۲، ۲۴۵ و $\frac{625}{626}$)

اس کا ترجمہ حضورؑ کے الفاظ میں یہ ہے کہ

" ایسے لوگ بھی ہوں گے جو اپنے وطنوں سے ہجرت کر کے تیرے حجروں میں آکر آباد ہوں گے۔ وہی ہیں جو خدا کے نزدیک اصحاب الصفہ کہلاتے ہیں۔ اور تو کیا جانتا ہے کہ وہ کس شان اور کس ایمان کے لوگ ہوں گے جو اصحاب الصفہ کے نام سے موسوم ہیں۔ وہ قوی الایمان ہوں گے۔ تو دیکھے گا کہ ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے۔ وہ تیرے پر درود بھیجیں گے۔ "

حضرت مسیح موعودؑ پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ یہ ایمانی حرارت و جذبہ ان میں حضورؑ کے انفاس طیبہ سے پیدا ہوا ہوگا۔ حضورؑ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خدام میں سے ہیں اور آل میں شامل ہیں۔ اور آل میں ہی شامل ہونے کی وجہ سے حضورؑ کو بھی درود پہنچتا ہے۔ چنانچہ حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحبؓ قادیانی بیان کرتے تھے۔ کہ میں نے حضورؑ سے دریافت کیا کہ

"حضور! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تو ہم درود پڑھتے ہیں مگر حضورؑ کے لئے کس طرح دعا کی جائے؟"

حضورؑ نے نہایت محبت اور تلطف سے بے ساختہ فرمایا۔

"یہی درود جو نماز میں پڑھا جاتا ہے ہمیں پہنچتا ہے"۔

(اصحاب احمدؓ جلد نہم ص ۲۲۹)

بقول دیگر حضورؑ نے فرمایا کہ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے۔

صرف اس امر کی طرف ان الہامات الٰہیہ میں توجہ دلانا مقصود ہے کہ اصحاب الصفہ حضرت مسیح موعودؑ پر درود پڑھتے ہیں اور حضورؑ کی قدر کرتے ہیں۔ اور جو غلام کی قدر کرتا ہے۔ اس کے دل میں اس کے آقا و مطاع (صلے اللہ علیہ وسلم) کے احترام کا جذبہ کس قدر اعلےٰ و ارفع ہوگا۔ حضورؑ کے الہام یصلّون علیک صلحاء العرب وابدال الشّام (ص ۱۶۸) میں بھی بتایا گیا ہے عرب کے صلحاء اور شام کے ابدال آپ پر درود بھیجیں گے۔ گویا صلحاء اور ابدال کا ایک خاص وصف کثرت درود ہے۔

حضورؑ کا ایک الہام ہے

صلّ علیٰ محمّد واٰل محمّد الصّلٰوۃ ھو المربّی

(تذکرہ ص ۵۱)

کہ محمدؐ و آل محمدؐ پر درود بھیج۔ درود ہی تربیت کا ذریعہ ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا۔

" صلّ علیٰ محمّد۔ ما ودّعک ربّک وما قلیٰ "

(رر ص ۱۰۹)

کہ محمدؐ پر درود بھیج جس کے نتیجہ میں حضورؑ کی ظلیت میں وہ کیفیت پیدا ہو جائے گی کہ نہ خدا تجھے کبھی ترک کریگا نہ کبھی تجھ پر ناراض ہوگا۔ اسی طرح حضورؑ کو بتلایا گیا کہ آپ درود شریف پڑھیں۔ اس کے بعد بتایا کہ اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے گا۔ لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔ اعداء کو تباہ کرے گا (رر ص ۷۴۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حصول برکت کے لئے درود شریف ایک نہایت مفید ذریعہ ہے۔

درود شریف کی بے شمار برکات ہیں۔ دنیا و آخرت کے محمود ہونے، انوار نبویہ کے نزول، زیارت آنحضرت صلعم و تنویر باطن، قضائے حاجات۔ قبولیت دعا، تنگی دور ہونے کا ذریعہ ہے۔

دماغی پریشانی اس سے دور ہوتی ہے صدقہ و خیرات کی کمی کی تلافی کا موجب ہے۔ یہ تمام دعاؤں کی جامع اور سب سے افضل دعا ہے آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قیامت کے روز میری شفاعت کا موجب ہوگا (معجم کبیر طبرانی) حضور صلعم نے فرمایا کہ جو مجھ پر ایک بار درود بھیجتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر دس بار رحمت فرماتا ہے۔ جامع ترمذی میں حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے کہ حضور صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے زیادہ مجھ سے قرب رکھنے والا وہی ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا۔

روحانی برکات کے نزول کے تعلق میں حضورؑ کی ذیل کی تحریر بہت قابل توجہ ہے فرماتے ہیں :۔

" ایک رات اس عاجز نے اس کثرت سے درود شریف پڑھا کہ دل و جان اس سے معطر ہوگیا۔ اس رات خواب میں دیکھا کہ آب زلال کی شکل پر نور کی مشکیں اس عاجز کے مکان میں لئے آتے ہیں اور ایک نے ان میں سے کہا کہ یہ وہی برکات ہیں جو تو نے محمدؐ کی طرف بھیجی تھیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم۔ "

(براہین احمدیہ حصہ چہارم ص ۵۰۲)

حضورؑ تحریر فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں قولنج سے سخت بیمار ہو کر میری حالت سخت خراب ہوگئی۔ چنانچہ تین مواقع پر مجھے یٰسین سنائی گئی۔ اور میرے عزیز اس حالت کے باعث زار و قطار روتے تھے۔ سولھویں دن میری حالت بالکل مایوسی کی ہوگئی۔ اور عزیزوں نے سمجھا کہ آج شام کو میں قبر میں ہوں گا۔ میرے ایک ایک بال سے آگ نکلتی تھی۔ اور تمام بدن میں دردناک جلن تھی اور بے اختیار طبیعت اس بات کی طرف مائل تھی کہ اگر موت بھی ہو تو بہتر ہے تا اس تکلیف سے نجات ہو۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ دعا سکھلائی۔

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد واٰل محمّد۔

اور الہام کے مطابق دریا کا پانی مع ریت منگوا کر اس میں ہاتھ ڈال کر یہ کلمات پڑھتے ہوئے میں نے سینہ وغیرہ کو ملا جس سے بکلی شفا ہوگئی۔ (تریاق القلوب ص ۳۷، ۳۸)

انسان فطرۃً اپنے محسن کی محبت کا جوش پاتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم پر احسانات تو تمام انسانوں سے بڑھ کر ہیں بلا۔

پس اس لئے سب سے زیادہ جوش اور محبت سے چاہیئے کہ ہم درود شریف پڑھیں جنھوںؐ نے کس قدر جگر خون بنی نوع انسان کی ہدایت کے لئے کھایا تب اسلام جیسی ہدایت ہم تک پہنچی۔ ہمیں بھی دعائیں کرنی چاہئیں کہ اسلام کے نور میں کسی قسم کا رخنہ نہ پہنچے۔ اور جس طرح حضورؐ ہمارے لئے اور ساری نوع انسانی کیلئے سلامتی اور برکات کا باعث ہوئے۔ اللہ تعالیٰ حضورؐ کے مدارج میں ترقی دے اور دیگر افراد بھی جو اشاعت اسلام میں مصروف ہیں انکی مساعی بار آور ہوں اور انکو بھی برکات حصہ از ملا ہو۔ اللّٰھم صلّ علیٰ محمّد وعلیٰ اٰل محمّد وبارک وسلم انک حمید مجید۔

بنی نوع انسان کیلئے کامل نمونہ

از مکرم مولوی محمد عمر علی صاحب بنگالی مولوی فاضل مدرس مدرسہ احمدیہ قادیان

فدایانِ اسلام نے پیار سے نبی سرور دوعالم محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے کمال و جمال کی جس قدر تصویریں کھینچی ہیں یہ صرف اہلِ اسلام تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ دوسرے مذاہب کے انصاف پسند اہلِ قلم بھی بنی نوع انسان کے اس سچے محسن کی جناب میں اپنے اپنے رنگ میں ہمیشہ ہی عقیدت کے پھول پیش کرتے رہے ہیں۔ اور آج بانیٔ اسلام آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے متعلق زیادہ سے زیادہ تفصیل موجود نہ ہو۔ اور یہ ایک ایسی عالمگیر خصوصیت ہے جو صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس سے ہی مخصوص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس رہنمائے عالم اور انسانیت کے معلم کی سوانح حیات پڑھنے کے بعد بے اختیار سر جھکا دینا پڑتا ہے۔ ہر شعبہ زندگی کے جتنے تمدنی۔ معاشرتی اور اخلاقی سبق اس برگزیدہ ہستی کے حالاتِ زندگی سے ہمیں حاصل ہوتے ہیں۔ دنیا کا دوسرا بڑے سے بڑا انسان بھی ان سے بلند و برتر پیش نہیں کر سکتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ عظیم الشان ہستی ہیں جس نے درندوں کو انسان، وحشیوں کو مہذب اور غلاموں کو آقا بنا دیا۔ پھر وہ جس کی بدولت تعصب، گمراہیاں، بداخلاقیاں مٹ گئیں اور صدیوں کے بچھڑے ہوئے مشرق و مغرب شیر و شکر ہو گئے۔

دراصل انبیاء علیہم السلام کا یہی کام ہوتا ہے کہ وہ دنیا کی اصلاح کریں اگر محض جب تک ان کا کام ہوتا تو یہ سارا کارخانۂ عالم فضول اور ساری کائنات بالکل عبث ٹھہرتی ہے۔ جب تک کوئی پیغمبر انسانی زندگی کے مختلف شعبوں میں نمونہ قائم کر کے یہ نہ ثابت کر دے کہ اس کی زندگی۔ اندرونی و بیرونی درحقیقت ساری دنیا کے لئے ایک مثالِ حسنہ تھی تب تک نہ وہ مکمل انسان بن سکتا ہے اور نہ پیغمبری کا دعوےٰ اس میں سجے گا۔ کیونکہ انسانوں میں رہ کر اور انسانی زندگی کے ہر گلی کوچہ میں چل پھر کر ہی تو وہ انسانوں کی رہبری کر سکتا اور نیز اعلیٰ بن کر ہی تو دوسروں کو متاثر کر سکتا ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی واقعی ایک مکمل انسان کی زندگی کا افضل نمونہ تھی۔ آپ کی سوانح حیات میں کفار اور مشرکین یعنی غیر مسلموں کے ساتھ حسنِ سلوک اور رواداری کے واقعات اس کثرت سے تواریخ اور احادیث میں بھرے پڑے ہیں کہ ایک ہی مجلس میں ان کا بیان ممکن نہیں

اسلام کے ابتدائی زمانہ میں جب مسلمان کمزوری اور مظلومی کی حالت میں تھے تو غیر مسلموں سے شفقت اور تواضع کو خوف اور مجبوری پر محمول کیا جا سکتا ہے۔ مگر بعد کے فتوحات اور کفار پر غلبہ سے ثابت کر دیا کہ وہ ذات اقدس اس قسم کی کمزوریوں سے مبرا تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابتداء سے انتہاء تک زندگی کے ہر شعبہ میں ایک مکمل انسان کا نمونہ تھے۔ نہ خوف سے کبھی آپ کے حسنِ سلوک میں فرق آیا، نہ قوت و شوکت کے وقت آپ کی خدا ترسی، حسنِ سلوک اور رواداری بدلی، بلکہ جس قدر شوکت و عظمت بڑھتی گئی۔ ان اعلےٰ صفات میں بھی اضافہ ہوتا گیا۔ آپ نے جس طرح ظلم سہہ کر کبھی بددعا نہیں کی۔ اسی طرح دشمنوں پر قابو پا کر اپنی طاقت نہیں دکھائی۔ صدہا مثالیں موجود ہیں کہ آپ نے اپنی ذات کے لئے کبھی انتقام نہیں لیا۔ جتنی دشمن ایذا پہنچاتے آپ کی رحمدلی میں اضافہ ہوتا۔ غزوہ بدر میں حباب بن منذر کی رائے سے تمام چشموں اور کنوؤں پر اسلامی فوج نے قبضہ کر لیا تھا۔ یہ جنگی کارروائیوں میں نئی بات نہیں ہے۔ آجکل بھی متمدن سے متمدن حکومتوں کو ایسا کرنا پڑتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی شان دیکھئے۔ آپ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ اللہ تعالےٰ کی نعمتوں سے کوئی دشمن بھی محروم رہے۔ آپ نے فرمایا کہ پانی آزاد ہے اس سے کسی کو ممانعت نہیں۔

جود و سخا اور مہمان نوازی میں آپ کا یہ حال تھا کہ آپ نے کبھی کسی کا سوال رد نہیں فرمایا۔ اور مہمان کیسا ہی متکبر کیوں نہ ہوتا۔ آپ بڑی محبت سے اس کی خاطر و مدارات فرماتے۔ ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ حالتِ کفر میں مدینہ منورہ آکر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مہمان ہوئے اور رات کو چپکے چپکے حضور علیہ السلام کی ساری بکریوں کا دودھ پی گئے، آپ کا سارا کنبہ بھوکا رہا مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔ ایسے بیسیوں واقعات ہیں، کہ اکثر آپ کو اور آپ کے اہلِ بیت کو مہمانوں کی خاطر پیٹوں پر پتھر باندھ کر سونا پڑا۔ اور نتیجہ اس اخلاقی بلندی کا ہمیشہ یہ نکلا کہ سخت سے سخت کافر بھی نرم ہو گئے۔ وہ آتے تو اس خیر مجسم کو ستانے کے لئے مگر جاتے تو کلمہ پڑھ کر۔

یہودی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک سے اور اسلام سے جس قدر بغض اور عداوت رکھتے تھے وہ کہنے کی بات نہیں۔ لیکن آپ نے انکی ہر برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا۔ ایک مرتبہ ایک یہودی کی میت آپ کے پاس سے گذری آپ کھڑے ہو گئے۔ اور اظہار افسوس فرمایا۔

مریضوں کی عیادت آپ اپنا فرض سمجھتے تھے۔ خواہ وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم۔ مدینہ منورہ میں ایک یہودی کا لڑکا بیمار ہوا آپ کو خبر ہوئی۔ تو آپ اس کی مزاج پرسی کو تشریف لے گئے۔ اسے دوا بھی بتائی اور تسلی بھی دی۔ سچ ہے، بارانِ رحمت کے لئے جگہ کی قید نہیں۔ وہ ہر جگہ برستی ہے

مدینہ کے یہودی قبائل ہمیشہ سے مالدار اور لین دین کا پیشہ کرتے چلے آئے تھے۔ مسلمانوں کو بھی جب روپیہ کی ضرورت ہوتی۔ انہیں سے لینا پڑتا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ یہودی ساہوکار کا آپ پر کچھ قرضہ واجب تھا۔ ابھی وعدہ کی مدت میں تین دن باقی تھے کہ یہودی نے تقاضا کیا اور صرف تقاضا ہی نہیں زبان درازی بھی کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کی حرکت معلوم ہوئی طیش آگیا۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عمر یہ طریقہ اچھا نہیں بہتر یہ تھا کہ تم مجھے قرضہ ادا کرنے اور اسے انسانیت کے ساتھ تقاضا کی ہدایت کرتے"۔ پھر آپ نے یہودی کا تمام قرضہ کمال اخلاق اور شیریں کلامی کے ساتھ ادا کر دیا۔ آپ کی انصاف پسندی کو دیکھ کر یہودی کی آنکھیں کھل گئیں۔ آیا تھا قرضہ وصول کرنے مگر یہاں خود ہی آپ کے ہاتھ بک گیا

کبھی آپ نے غیروں کے مقابلہ میں اپنوں کی غیر واجب طرفداری نہیں کی ہمیشہ انصاف کیا۔ حسن معاملہ اور عہد کی پاسداری پر قائم رہے۔ کفار مکہ یا یہود کے ساتھ کوئی سلوک ایسا نہیں فرمایا جو دشمن سے دشمن تک کی گردن نیچی نہ کر دیتا۔ صلح حدیبیہ ہو رہی تھی۔ عین اس وقت، ابو جندل جنہیں کفار مکہ نے قید کر رکھا تھا، پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آنکلے۔ اور سب کے سامنے گر پڑے۔ مار پیٹ کے نشان ان کے بدن پر موجود تھے۔ انہوں نے اپنے زخم دکھا کر کہا۔ مسلمان بھائیو! میں مسلمان ہو چکا ہوں کیا پھر مجھے کافروں کے قبضہ میں دیتے ہو؟" اسلام کے سودہ سو جان نثاروں کی موجودگی میں ایک مسلمان کی یہ مصیبت خونی خون کو گرمانے کے لئے کیا کم تھی؟ لشکر میں ایک جوش پیدا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ضبط نہ ہو سکا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ عرض کیا۔ "یا رسول اللہ! کیا آپ سچے پیغمبر نہیں ہیں؟" فرمایا۔ "ہاں ہوں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر عرض کیا "کیا ہم حق پر نہیں؟" ارشاد ہوا۔ "ہم حق پر ہیں"۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ "پھر ہم کیوں دین میں یہ ذلت گوارا کریں"۔ فرمایا۔

"میں خدا کا پیغمبر ہوں۔ خدا کے احکام سے روگردانی نہیں کر سکتا۔"

ساتھ ہی ابو جندل کو ان الفاظ میں تسلی دی

"اے ابو جندل صبر و ضبط سے کام لو۔ خدا تمہارے اور دیگر مظلوموں کے لئے کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ صلح ہو چکی ہے اب ہم ان لوگوں سے بدعہدی نہیں کر سکتے۔"

اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ کس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دشمنوں سے بھی عہد کا احترام کرتے تھے۔

یہود کا زور ٹوٹ چکا تھا اور مسلمان دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہے تھے۔ کہ ایک یہودی دربارِ رسالت میں حاضر ہوا۔ اور شکایت کی کہ ایک مسلمان نے تھپڑ مارا ہے۔ اسی وقت آپ نے اس مسلمان کو بلایا اور سرزنش فرمائی۔ یہ تھا انصاف اور یہ تھی دنیا کے مکمل ترین انسان کی شانِ معدلت۔ اگر آج دنیا کی اس عظیم الشان ہستی کو اپنا سچا راہنما سمجھ لیا جائے۔ اور صرف معاملات ہی کے متعلق اس کی تعلیم پر عمل شروع کر دیا جائے۔ تو ہر قسم کے فرقہ وارانہ فسادات اور مذہب کے نام پر تمام جھگڑے خود بخود مٹ جاتے ہیں۔

تعلیم محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا پہلا سبق ہر قوم اور ہر فرقہ کے بزرگوں کا احترام ہے۔ فیصدی نوے ہنگاموں کی بنیاد یہی ہوتی ہے کہ لوگ ایک دوسرے کے جذباتِ عقیدت کا احترام نہیں کرتے۔ ایک فرقہ دوسرے فرقہ کے پیشواؤں میں طرح طرح کے عیب نکالتا ہے۔ ہر گروہ اس پر اڑا ہوا ہے۔ کہ ہمارے سوا باقی سب خدا کے دروازے سے دھتکارے ہوئے ہیں۔ بھلا ذہنیت کی ایسی بنجر زمین میں سچائی اور محبت پھل پھول سکتی ہے! ان جاہلانہ اور متعصبانہ خیالات کو درست کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان فرمایا کہ

اِنْ مِّنْ اُمَّۃٍ اِلَّا خَلَا فِیْھَا نَذِیْرٌ۔

یعنی دنیا کی کوئی قوم ایسی نہیں ہے جس میں ہادی نہ بھیجا گیا ہو۔ اور زمین کے ہر خطہ پر نبی آئے ہیں۔

یہ ایک منصفانہ اعلان نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ہر اس امر کا سدباب کیا۔ جس سے صلح و آشتی میں خلل کا اندیشہ تھا۔ جو قومیں کہتی تھیں۔ کہ نجات صرف ہمارا ہی حصہ ہے۔ انہیں یہ آواز بلند سنا دیا کہ مسلمان ہو یا کہ یہودی، عیسائی ہو یا ستارہ پرست، کوئی بھی۔ جو خدا اور آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ نجات پائے گا۔ کافروں تک سے کہہ دیا۔ کہ تمہارا دین تمہارے لئے اور ہمارا دین ہمارے لئے۔ غیر کسے اسلام سخت بیزار ہے۔ مگر حکم فرمایا کہ ان کے بتوں کو برا نہ کہو کہ وہ اُلٹ کر تمہارے خدا کو برا کہیں گے۔ یہودیوں کے معبدوں عیسائیوں کے گرجاؤں اور غیر مسلموں کے مندروں کی اسی طرح حفاظت کرو جیسی اپنی مسجدوں کی کرتے ہو۔

رواداری کی انتہا یہ ہے کہ عیسائیوں کا جب ایک وفد آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو مسجد نبوی میں اتارا گیا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ جب ان کی عبادت کا وقت آیا تو نصرانی طریقہ پر انہیں عبادت کرنے کی بھی اجازت دی اس شان کی رواداری اور کہیں نظر آتی ہے؟

حلم اور بُردباری میں بھی آپ کامل تھے۔ بڑی سے بڑی خطا پہ آپ کو غصہ نہیں آتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک گنوار مسجد کے فرش پر پیشاب کرنے بیٹھ گیا۔ لوگ دوڑے اور اس سے سختی سے پیش آنے لگے۔ لیکن آپ نے روک دیا اور فرمایا کہ رفع حاجت کر لینے دو۔ چنانچہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو چکا تو آپ نے نرمی سے اُسے سمجھایا کہ مسجد میں ایسا نہیں کیا کرتے۔ یہ جگہ تو عبادت کے لئے ہے!!

آج دنیا جس چیز کو تہذیب اور ترقی کی معراج خیال کرتی ہے وہ مساوات ہے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس طرح مساوات کی تعلیم دی وہ فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ چنانچہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپکی شادی ہوئی۔ تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس زید نامی ایک غلام تھا۔ آپ کی آنکھیں ایک انسان کو غلامی کی حالت میں کب دیکھ سکتی تھیں۔ آپ نے اپنی بیوی سے زید کو مانگ لیا۔ اور فوراً آزاد کر دیا۔ نہ صرف یہ بلکہ اپنے خاندان کی ایک لڑکی سے اس کی شادی بھی کر دی اس سے بڑھ کر مساوات کی مثال کیا پیش کی جا سکتی ہے؟

آپ کبھی کسی کی دل شکنی نہیں چاہتے تھے جب مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں پہنچے تو ہر انصاری کی یہ خواہش تھی کہ آپ ان کے ہاں تشریف فرما ہوں۔ آپ کو یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر کسی ایک شخص کو ترجیح دی تو ممکن ہے۔ دوسرے کی دلشکنی کا باعث ہو۔ لہذا آپ نے فرمایا۔ میری اونٹنی کی مہار چھوڑ دو۔ جس مکان پر وہ ٹھہر جائے گی۔ وہیں قیام کروں گا۔ چنانچہ یہ سعادت حضرت ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو نصیب ہوئی۔ کسی دوسرے کو شکایت کا موقعہ بھی نہ ملا۔

مختصر یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی پاک تعلیم میں آپ نمونہ بن کر رواداری، حسن سلوک اور تالیف قلوب کے ایسے زرین اصول بتائے۔ بلکہ ان پر عمل کر کے بھی دکھایا کہ اگر ان سے سبق لیا جائے۔ تو ساری دنیا مثل جنت ہو جائے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود پر جس قدر ناز کیا جائے کم ہے۔ آپ کی ذات مبارک اور سیرت طیبہ خاص ملک یا قوم کی ملکیت نہیں بلکہ تمام دنیا کی مشترک دولت ہے۔

دنیا میں وہ پہلا شخص کونسا ہے جس نے شراب حرام کی؟ جواب ملے گا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں وہ پہلا حاکم کون ہے جس نے سود کھانا منع کیا؟ جواب ملے گا محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم۔ دنیا میں وہ سچا بہادر کون ہے۔ جس نے مذہب کو پجاریوں کے ہاتھ سے نکال کر عوام کے ہاتھ میں لا ڈالا؟ جواب ملے گا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم جس نے عورتوں کے حقوق کی حمایت کی۔ یتیموں کو ظلم و ستم سے بچایا۔ غلامی کی زنجیر توڑ ڈالی۔ جو غریبوں اور محتاجوں کا یار و مددگار تھا۔ اور ایک خدا کے لئے اپنی ساری قوم کے معبودوں سے لڑا وہ کون تھا؟ جواب میں اسی رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا نام لینا پڑے گا۔

آج ایک ملک دوسرے ملک سے لڑنے کے لئے روپیہ کا محتاج ہے اور روپیہ سود کی خاطر قرض دیا جاتا ہے اگر سود کا لین دین بند ہو جائے۔ اور روپیہ قرض نہ ملے تو لڑائی کیسے ہو! آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دنیا میں امن و اتحاد کا پیغام لائے ہیں نہ کہ جنگ اور خونریزی کا۔

دعا ہے کہ اللہ تعالےٰ ساری دنیا کو توفیق دے کہ وہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو صرف مسلمانوں کے ہی ہادی نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسان کا ایک رہنمائے اعلےٰ سمجھیں۔ آپ کے پیغام پر غور کریں اور اس پر سچے دل سے کاربند ہوں۔ تاکہ مساوات اور رواداری کا قانون نافذ ہو کر دنیا امن و امان کا گہوارہ بن جائے۔ آمین۔

ٹرینڈ اساتذہ و استانیوں کی ضرورت

تعلیم الاسلام مڈل سکول اور نصرت گرلز سکول کیلئے بی۔ اے بی۔ ٹی اور ایس۔ وی اساتذہ اور استانیوں کی ضرورت ہے یا دوسرے صوبوں میں ان امتحانوں کے مقابل پر جو امتحان تسلیم کئے جاتے ہیں۔

ایسے احباب اور مستورات جو مندرجہ بالا قابلیت کے ہوں اور مرکز قادیان میں رہائش رکھنا چاہیں وہ اپنی درخواستیں پریذیڈنٹ جماعت کی معرفت نظارت ہذا کو بھجوائیں۔ اپنی درخواست میں یہ وضاحت بھی کر دیں کہ اگر آپ ملازمت پر ہیں تو کیا تنخواہ لے رہے ہیں اور کم سے کم کس تنخواہ پر مرکز میں آنے کیلئے تیار ہیں:

نوٹ:۔ مندرجہ بالا ہر دو آسامیوں کے لئے پورے مضامین میں میٹرک اور بی۔ اے پاس ہونا ضروری ہے۔ اور اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ کم از کم میٹرک پورے مضامین ہندی میں پاس کئے ہوں یا بصورت دیگر ہندی کا پربھاکر یا اس کے مقابل کا امتحان پاس کیا ہو۔

مندرجہ بالا ہر دو ادارے جماعت کے مرکزی تعلیمی ادارے ہیں اور اس وقت ٹرینڈ اساتذہ اور استانیوں کی اشد ضرورت ہے۔ اس لئے میں اُمید کرتا ہوں کہ جماعت کے ایسے احباب اور مستورات مرکز سلسلہ میں آ کر کام کرنے کو ترجیح دینگے تاکہ سلسلہ کی اہم ضرورت پوری ہو۔

ناظر تعلیم و تربیت صدر انجمن احمدیہ قادیان

منسوخ شدہ وصایا کی بحالی کے لئے قواعد کی ضروری تشریح

(۱) جو شخص اپنی وصیت کو بوجہ عدم استطاعت جاری نہ رکھ سکتا ہو اور وصیت منسوخ کرنے کیلئے درخواست کرے۔ اور اس طرح اس کی وصیت منسوخ ہو جائے۔ ایسا شخص اگر بعد میں کسی وقت اپنی منسوخ شدہ وصیت کو بحال کرانا چاہے تو اس کی بحالی کیلئے یہ شرائط ہیں:۔

الف۔ پہلی منسوخ شدہ وصیت کا بقایا ادا کیا جائے۔

با۔ عرصہ منسوخی وصیت کا چندہ عام ادا کیا گیا ہو۔

(۲) ایسا شخص اگر نئی وصیت کرے تو اس پر بھی یہ دونوں شرائط حاوی ہوں گی۔

(۳) مگر جس شخص کی وصیت مجلس کارپرداز نے بوجہ عدم ادائیگی بقایا منسوخ کی ہو۔ (نہ کہ اس نے خود منسوخ کرائی ہو) تو اس کی وصیت بحال کرنے کیلئے حصہ آمد کا سارا بقایا بحالی کی تاریخ تک کا ادا ہونا چاہئے یعنی اس شخص نے عرصہ منسوخی وصیت کی صرف چندہ عام کی وصولی کافی نہیں بلکہ وصیت بحال کرانے کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اس عرصہ کے حصہ آمد اور وصول شدہ عام کا جو فرق ہے اس کمی کو بھی پورا کرے۔

سیکرٹری بہشتی مقبرہ قادیان

مرکزی چندوں کی رفتار کو تیز کرنے کی ضرورت

احیائے اسلام کا جو عظیم الشان کام اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ کے سپرد ہوا ہے اسے کما حقہ پورا کرنے کے لئے ہمیں اپنی جد وجہد اور کوشش کو تیز کرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو قوم وقت کے تقاضوں کے مطابق اپنی قربانی اور ایثار کے اعلیٰ معیار کا عملی ثبوت نہیں دیتی وہ اپنے مقصد میں جلد کامیاب نہیں ہو سکتی اور مشکلات اور ابتلاؤں کا زمانہ اس پر لمبا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ روحانی جماعتوں کو دشمن کی شرارت اور منافقین کی غداری اتنا نقصان نہیں پہنچاتی جتنا کہ مخلصین جماعت کی اپنی ذمہ داریوں سے غفلت اور لاپرواہی جماعت کے قدم کو پیچھے رکھتی ہے۔

پس اگر جماعتوں کے مخلصین اپنی جماعتی ذمہ داریوں کو صحیح طور پر محسوس کرتے ہوئے اپنی قربانی کو انتہا تک پہنچا دیں تو اس میں جو کمی رہ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اسے پورا کرکے ترقی کا غیر معمولی راہوں کو کشادہ فرما دے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

اگر عہدیداران جماعت حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کے ماتحت اپنی اپنی جماعتوں کے جملہ افراد کے چندہ کا بجٹ آمد اصل آمد کے مطابق باشرح تیار کریں اور اس کی وصولی کیلئے مؤثر رنگ میں کوشش کریں تو آمد چندہ جات کی پوزیشن کافی بہتر ہو سکتی ہے۔

دوسری بات جو خاص طور پر مد نظر رکھ کر توجہ کی محتاج ہے۔ وہ بقایا جات کی وصولی ہے۔ اگر سابقہ بقایا کی وصولی پر زور نہ دیا جائے تو سال رواں کے بجٹ کی پوری وصولی بھی نہیں ہو سکتی کیونکہ جب افراد جماعت کو یقین ہو جاتا ہے کہ ان سے سابقہ بقایا جات کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا تو وہ آئندہ بھی چندوں کی ادائیگی میں سست ہو جاتے ہیں۔ اور اس طرح ان کا ایمان کمزور ہو جاتا ہے۔ اسی طرح بعض جماعتوں کے عہدہ داران اس بات پر اصرار کرتے ہیں کہ جس وقت وہ کسی شخص کے متعلق یہ تحریر کر دیں کہ وہ نادہندہ ہے تو اس کا نام جماعت کے بجٹ سے کاٹ دیا جائے۔ یہ طریق کار بھی حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشادات کے ماتحت قابل تسلیم نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیونکہ جب تک کوئی شخص جماعت احمدیہ میں داخل ہے جماعتی نظام کے ماتحت اس سے مالی قربانی کا مطالبہ کیا جائے گا۔ اور جب تک کہ کوئی جماعت ایسے نادہندوں پر وصولی کی ہر ممکن کوشش کے بعد اس پر حجت پوری کرتے ہوئے ایسے شخص کا معاملہ مرکز میں پیش کرکے تعزیری کارروائی مکمل نہیں کروا لیتی۔ اس وقت تک کسی شخص کا نام بجٹ سے کاٹنا جائز نہیں سمجھا جا سکتا۔ لیکن یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ تعزیری کارروائی کرنے سے قبل یہ بات از حد ضروری ہے کہ جماعت کے مخلصین اپنے کمزور ساتھیوں کو ساتھ چلنے پر آمادہ کریں۔ اور ان کی عملی سستی کو دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔ اگر ہندوستان کے تمام احباب حضور کے ارشادات پر عمل پیرا ہو کر دینی ضروریات کے لئے مالی قربانی اور ایثار کا اعلیٰ نمونہ پیش کریں تو خدا تعالیٰ کے فضل سے صدر انجمن احمدیہ قادیان کے بجٹ آمد لازمی چندہ جات میں خاطر خواہ اضافہ ہو سکتا ہے۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جماعت کے مخلصین فکر مندی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرکے ان کی ادائیگی کی طرف متوجہ ہوں۔ اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے عہد بیعت کو پورا کرنے والے ہوں۔

موجودہ مالی سال کی پہلی سہ ماہی گذر چکی ہے۔ لیکن متوقع نسبتی بجٹ کے مقابل پر وصولی کی پوزیشن اطمینان بخش نہیں ہے۔ امید ہے کہ تمام جماعتوں کے عہدہ داران اور احباب اپنے چندوں کا جائزہ لے کر کمی کو پورا کرنے کی طرف فوری توجہ فرمائیں گے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے سب کو اس کی توفیق بخشے۔ آمین۔

ناظر بیت المال قادیان

کیسی موت اچھی ہے

(بقیہ صفحہ ۱۲)

۹۹ خونوں سے اپنے ہاتھ رنگ چکا تھا بالآخر اس کی ضمیر نے اسے ملامت کی وہ توبہ کی نیت سے نکلا۔ اُسے ایک عالم آدمی کا پتہ بتایا گیا اُس کے پاس پہنچا اور اپنا ماجرا کہہ سنایا سنتے ہی اُس نے کہا ناممکن ہے کہ اس قدر گناہ بخشے جائیں اُسے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اور اُسے بھی موت کے گھاٹ اُتار دیا اس طرح اس کے ہاتھوں مرنے والوں کی تعداد پورا ایک سو ہو گئی۔ بایں ہمہ اندر ہی اندر اُس کے نفس کی ملامت زیادہ زور پکڑ گئی وہ لوگوں سے توبہ کی صورت کے متعلق دریافت کرتا رہا۔ بالآخر کسی نے اسے ایک عذار سیدہ کا پتہ دیا اور کہا کہ وہی تمہیں صحیح بات بتا سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی تلاش میں چل کھڑا ہوا۔ ابھی وہ منزل مقصود تک پہنچنے نہ پایا تھا کہ راہ میں اُسے پیغام اجل آ گیا!! اس پر دوزخ اور جنت کے فرشتے جھگڑنے لگے۔ دوزخ کے فرشتوں نے کہا کہ اس کی زندگی کا سارا ریکارڈ دیکھ لو اس نے کبھی کوئی نیکی نہیں کی۔ اور بڑا ظالم و سفاک انسان تھا۔ جنت کے فرشتوں نے کہا بیشک وہ ایسا ہی تھا مگر آخر میں تو وہ اپنے کئے پر پشیمان ہو کر توبہ کے لئے جا رہا تھا اس لئے اسے جنت میں جانا چاہیئے آخر میں فیصلہ ہوا کہ زمین ماپ کر دیکھ لی جائے اگر تو اس بزرگ کی طرف کم زمین ہے تو وہ جنتی ہے اگر زیادہ ہو تو وہ دوزخی ہے۔ چنانچہ زمین ماپی گئی۔ خدا تعالیٰ کی قدرت دیکھئے۔ صرف چند گز کا فرق پڑا۔ یعنی اس بزرگ تک پہنچنے میں جتنی زمین رہ گئی تھی وہ کم تھی زیادہ راستہ اس نے طے کر لیا تھا۔ اس لئے جنت کے فرشتوں کی جیت ہوئی اور وہ جنت میں داخل کر دیا گیا!! سچ کہا ہے کسی بزرگ نے

کرم او بہانمی طلبد بہانہ می طلبد

خلاصہ مطلب یہ ہے کہ جو موت خدا کی کامل فرمانبرداری اور ایمان کی سلامتی کے ساتھ واقع ہو وہی مبارک موت ہے۔ خواہ وہ کسی طرح کسی مرض سے یا کسی حادثہ سے فوت کیوں نہ ہوا!!

۹۹۰۔ مکرمی قاضی منیر الدین صاحب منگل پور کیرڈہ
۱۳۶۲ ۔ ” محمد شمس الحق صاحب پینگال
۱۹۷۴ ۔ ” غلام محمد صاحب عبد معبود بنشور
۲۴ ۔ ” غلام محمد صاحب بانڈی پورہ
۲۰۸۸ ۔ ” سید محمود احمد صاحب بی۔ اے حیدر آباد
۲۱۰۷ ۔ ” ناصر احمد صاحب نلگنڈہ
۲۱۰۹ ۔ ” سید عبد الرزاق صاحب بنگلور
(مینجر بدر)

عصر حاضر کا رہنما

(بقیہ صفحہ ۱۰)

میں صرف ایک ہی تسلسل نظر آیا یعنی جنسی و اقتصادی تسلسل۔ بانی مذاہب دیکھئے۔ کرشن و رام، سقراط، زرتشت اور پھر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کیا پیغام لے کر آئے تھے۔ انہوں نے انسانی افکار و خیالات کو کیا مہمیز دکھائی۔ ذہنی ارتقاء کی تاریخ میں اس کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ کوئی یک چشمی اس سے خطرناک نہیں ہو سکتی۔

جلسہ سیرۃ النبی کی ضرورت

ہم آج دنیا کی اس پھوٹی ہوئی آنکھ میں روشنی کا چراغ جلانا چاہتے ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ انسان اپنے موضوع حیات میں جنسیات و اقتصادیات کے علاوہ اخلاقیات و روحانیات کو بھی داخل کر لے۔ اور اس کا معلم حقیقی ہمیں سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ اور کوئی نظر نہیں آتا۔ اس لئے ان کی برسی منانا ضروری سمجھتے ہیں تا جو بیمار ہیں وہ تندرست ہو جائیں اور جو اندھے ہیں وہ سوجاکھے ہو جائیں۔

آں رخِ فرخ کہ یک دیدار او
زشت رُو را می کند خوش منظرے

مندرجہ ذیل احباب کا چندہ اخبار بدر ماہ اگست سنہ ۶۱ء میں ختم ہے

۱۴۴۷۔ مکرمہ مہر النساء بیگم صاحبہ کٹک؟ [illegible]
۱۱۹۲۔ مکرمی سید محمد زکریا صاحب بھدرک
۱۱۶۱ ۔ ” مرزا بشیر علی صاحب مانکا گوڑا
۱۵۸۲ ۔ ” غلام احمد صاحب کمپونڈر چرگاؤں
۱۷۷۶ ۔ ” حوالدار محمد ابراہیم صاحب پٹھانہ تیر
۱۷۶۳ ۔ ” عنایت حسن خان صاحب پیلی بھیت
۱۹۲۸ ۔ ” انچارج صاحب لائبریری احمدیہ جوبلی ہال حیدر آباد
۱۹۴۰ ۔ ” عبد السلام صاحب یادگیر
۱۹۴۴ ۔ ” محمد احمد صاحب دوڈھمان
۱۹۴۹ ۔ ” ڈاکٹر الطاف حسین صاحب کلکتہ
۱۹۵۱ ۔ ” محمد عبد المجیب صاحب شاہ پور
۱۹۸۸ ۔ ” ایس کے عبد الرزاق صاحب بھدرواہ
۱۷۵۹ ۔ ” سید حسام الدین صاحب کوسمی سونگڑہ
۱۹۰۹ ۔ ” محمد اسلم صاحب مین پوری
۵۲۶ ۔ مکرمہ ناصرہ خاتون صاحبہ صدر لجنہ اماء اللہ کوسمی سونگڑہ
۱۷۷۸ ۔ مکرمی سیٹھ محمد یوسف بانی کلکتہ
۲۰۹۴ ۔ ” اے اے چکوڑی صاحب گنڈی گواڑ
۲۱۴۱ ۔ ” ایس کے فقیر محمد صاحب منظور ی روڈ
۲۰۷۲ ۔ ” برکت اللہ صاحب گونڈہ
۲۰۰ ۔ ” ملک بشیر احمد صاحب آرہ
۱۷۳۶ ۔ ” قاضی سید حسین صاحب کلم بلا

ملک کے طول و عرض میں چودھویں جشن آزادی کی تقریب اور دوسری خبریں

قادیان میں یوم آزادی کی تقریب

جناب پنڈت موہن لال صاحب وزیر صنعت کی آمد

قادیان ۱۵ راگست - آج یوم آزادی کی تقریب مختصر طور پر کالج گراؤنڈ میں منائی گئی۔ جھنڈا لہرانے کی رسم جناب پنڈت موہن لال صاحب ... وزیر صنعت نے تقریباً اس بجے ادا کی۔ بچوں نے بہت سے گیت سنائے - ایک احمدی بچے منور احمد ولد مولوی محمد احمد صاحب فقیر سابق نے جھنڈے پر ایک نظم پڑھی۔ عزیز نے باوجود کم سنی کے نہایت زوردار اور پر اثر لہجے میں اشعار پڑھے۔ جناب پنڈت موہن لال صاحب، پنڈت گورکو ناتھ صاحب ایم۔ اے۔ جناب سردار جیون سنگھ صاحب لمغلوالہ وغیرہ نے اتحاد و اتفاق پر تقاریر کیں۔ اس تقریب کے بعد کبڈی کا میچ اور دیگر کھیل بھی ہوئے۔ جناب وزیر صاحب نے انعامات بھی تقسیم کئے۔

اس موقعہ پر احمدیہ وفد نے جس میں جناب مولوی عبد الرحمن صاحب فاضل ناظر اعلیٰ جناب مولوی برکات احمد صاحب بی۔ اے ناظر امور عامہ - جناب شیخ عبد الحمید صاحب عاجز بی۔ اے ناظر بیت المال۔ جناب حکیم خلیل احمد صاحب ناظر تعلیم و تربیت اور جناب ملک صلاح الدین صاحب ممبر صدر انجمن احمدیہ شامل تھے۔ علیحدگی میں وزیر صاحب موصوف سے ملاقات کر کے سلسلہ کے متعلق بعض امور پیش کئے۔ (نامہ نگار)

نئی دہلی ۱۶ راگست بھارت کا چودھواں یوم آزادی کل ملک کے ہر حصہ میں دھوم دھام سے منایا گیا۔ تمام راجدھانیوں بڑے بڑے شہروں قصبوں اور دیہات میں بھی جشن آزادی کے سلسلہ میں خاص تقریبات ہوئیں۔ اس سال کی تقریبات کا اہم پہلو یہ تھا کہ بیشتر رہنماؤں نے اپنی تقاریر میں قومی اتحاد پر زور دیا۔ حسب معمول اس سال بھی یوم آزادی کی سب سے بڑی تقریب دہلی کے لال قلعہ میں ہوئی جہاں پنڈت نہرو نے فوجی پریڈ سے سلامی لی اور لال قلعہ پر قومی جھنڈا لہرایا اور بعدہٗ ۳۰ منٹ کی ایک تقریر کی۔ آپ نے کہا اس وقت ہمارے سامنے سب سے بڑا سوال ملکی اتحاد کو ترقی دینا ہے۔ نسلی امتیاز لسانی امتیاز مذہبی امتیاز یا اسی قسم کے دیگر امتیازات کے لئے جمہوریت میں کوئی جگہ نہیں۔ ہم کسی دیش کے کام میں دخل دینا نہیں چاہتے اور نہ ہی اپنے ملک پر کسی کے حملے کو برداشت کر سکتے ہیں۔ آپ نے گذشتہ چودہ برسوں میں ملکی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ ان برسوں میں ہندوستان نے بہت ترقی کی ہے لیکن ہمارے نصب العین کی منزل ابھی بہت دور ہے۔ آج کے دن ان کامیابیوں پر اترانا نہیں چاہیئے بلکہ اچھا یہ ہو گا کہ ہم اپنی کمزوریوں کی طرف دھیان دیں۔ ملکی اتحاد کا ذکر کرتے ہوئے پردھان منتری نے کہا کہ اگر کوئی بھی شخص کوئی ایسی بات کرتا ہے جس سے ہماری ایکتا کو نقصان پہنچتا ہے۔ ہمیں ۴۴ کروڑ لوگوں کو ایک دور سے نکال کر دوسرے دور میں لانا ہے۔ جو سارے ملک کی خوشحالی کا دور ہے۔ یہ ہمارا پہلا کام ہے۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اہم کام ملکی اتحاد اور روحانی اتحاد ہوتا ہے۔ جو قوم میں جذباتی ہم آہنگی اور اتحاد قائم کر سکے۔ تمام مادی ترقی رائیگاں چلی جائے گی۔ اگر ہم مل کر امن سے اکٹھے نہیں رہ سکتے۔ آپ نے کہا اس وقت یہ مسئلہ پنجاب میں سر اٹھا رہا ہے۔ ملک کا کوئی سوال ایسا نہیں ہونا چاہیئے جسے ہم لڑائی جھگڑے سے حل کریں کوئی سوال ایسا نہیں ہونا چاہیئے جس کے لئے ہم بھوک ہڑتال کریں۔ جمہوریت میں سوالوں کو حل کرنے کا یہ طریقہ نہیں ہے۔ اگر ہم ان طریقوں میں پڑیں گے تو پھر ہر ایک ان طریقوں کو اپنا سکتا ہے کس کی بات کو مانیں اور کس کی کو نہیں؟ ہمیں سماج کو متحد کرنا ہے۔ ہمارا سماج ہندو مسلم یا سکھ سماج نہیں ہے بلکہ ہندوستانی سماج ہے۔ ہمارے سامنے بڑا سوال ایک دوسرے کو اپنانے اور انہیں ایک دوسرے سے ملانے کا ہے۔ ہندوستان میں کئی مذاہب ہیں ہمیں سب کا احترام کرنا ہے لیکن جو مذہب ہمیں نفرت کرنا سکھاتا ہے ایک دوسرے سے لڑاتا ہے وہ مذہب نہیں ایک برائی ہے ہمیں ہر وہ چیز ترک کر دینی چاہیئے جو ایک دوسرے سے لڑاتی ہے۔ آپ جب بھی کوئی چیز کرنا چاہیں یہ معیار سامنے رکھیں کہ کیا یہ چیز ہمیں ملاتی ہے یا ایک دوسرے سے الگ کرتی ہے آپ اس گز سے اپنے اعمال کو ناپیں۔

موجودہ زمانے میں ہتھیاروں کی دوڑ کا ذکر کرتے ہوئے پردھان منتری نے کہا کہ ہم جنگ کی تیاریاں دیکھتے ہیں ایسے ہتھیار بن رہے ہیں جو ساری دنیا کو تباہ کر دیں گے یہ ہتھیار بڑھ رہے ہیں۔ اس پر بھی دنیا کے بزرگ رہنماؤں میں اتنی دانشمندی نہیں آئی کہ وہ سمجھوتے کریں اور ان ہتھیاروں کو بالکل ختم کر دیں یہ ہتھیار دنیا کے سوالوں کو حل نہیں کر سکتے دنیا کو تباہ کر سکتے ہیں ان سے کسی کی جیت نہیں ہو گی۔ اگر دنیا قبرستان بن گیا تو وہ جیت تو نہیں ہو گی۔

چنڈی گڑھ ۱۶ راگست۔ دوسری راجیوں کی طرح پنجاب میں بھی یوم آزادی دھوم دھام سے منایا گیا۔ چنڈی گڑھ اور امرتسر کی تقریب میں تعلیمہ منتری شری کیرون اور گورنر گنڈگل نے اہم تقاریر کیں۔ کل یہاں یوم آزادی کی تقریب میں جھنڈا لہرانے کی رسم ادا کرنے اور سلامی لینے کے بعد مکھیہ منتری سردار کیرون نے کہا گذشتہ چودہ برسوں میں پنجاب نے شاندار ترقی کی ہے یہ کسی حالت میں بھی دو ٹکڑوں میں تقسیم نہیں ہونے دیا جائے گا۔ بعض لوگ بڑی غیر ذمہ دارانہ باتیں کرتے ہیں عوام کو متحد طور پر ملک کی سیوا کرنی چاہیئے۔ اس آزادی کو جو بڑی مشکلات اور مصیبتوں سے حاصل کی گئی ہے اسے اسی جذبہ سے محفوظ رکھا جانا چاہیئے۔ کل امرتسر میں یوم آزادی کی تقریب میں گورنر پنجاب نے تقریر کی۔ آپ نے کہا آج کے زمانہ اور حالات میں بھوک ہڑتال کا ہتھیار کامیاب نہیں ہو سکتا اگر کسی کو موجودہ گورنمنٹ سے اختلاف ہے وہ اُسے آئینی طریقے سے بدل سکتا ہے۔ شری گنڈگل نے تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا جب بھارت سرکار ملک کی بہتری اور بہبودی کیلئے زیادہ سے زیادہ کام کر رہی ہے تو پھر ہڑتال گی دھڑے بندی اور پارٹی بازی جیسی چھوٹی چھوٹی باتیں خارج از بحث ہیں ان میں نہیں پڑنا چاہیئے

گورداسپور ۱۸ راگست امسال پنجاب میں ۱۹ راگست سے لگاتار پندرہ روز تک جشن آزادی منانے کا پروگرام بنایا گیا۔ چنانچہ مقامی طور پر ۱۹ راگست کو شری کے سی پانڈے ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے جشن آزادی کے پندرواڑے کا افتتاح کیا آپ نے فرمایا کہ آزادی کی حفاظت ہر ایک ہندوستانی کا فرض اولین ہے ضرورت اس چیز کی ہے کہ لوگوں کے اندر ردلیش سیوا اور نیشنل ازم کے جذبات پیدا ہوں تاکہ وہ آزادی کو مکمل اور مفید بنانے کیلئے تعمیری کاموں میں زیادہ سے زیادہ حصہ ڈال سکیں۔ اس پندرواڑہ میں ضلع کے مختلف مقامات پر پبلک کانفرنسیں، کالجوں میں ڈرامے کھیلوں وغیرہ کے پروگرام رکھے گئے ہیں ۱۵ راگست کے روز مختلف جگہوں پر بال میلے کھیلیں ہوئیں اور ویب مالا کا انتظام ہوا۔

جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم

بتاریخ ۲۵ راگست

حسب دستور سابق امسال بھی ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۵ راگست کو جلسہ سیرت النبی صلے اللہ علیہ وسلم کا اہتمام کریں۔ اور کوشش کریں کہ اس جلسہ میں زیادہ سے زیادہ غیر مسلم دوست شریک ہوں بلکہ تقریر بھی کریں تاکہ ان جلسوں کے انعقاد کی اصل غرض بہتر طور پر پوری ہو۔ حضرت رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے حالات حاضرہ اور ضروری وقت کے مطابق مناسب پہلوؤں کا انتخاب کر لیا جائے۔ اور مقررین سے ان پر روشنی ڈالنے کی درخواست کی جائے۔

اسی طرح جملہ جماعتیں اس روز شایان شان جلسہ منعقد کر کے اس کی مختصر اور جامع رپورٹ دفتر ہذا میں بھجوائیں۔

(ناظر دعوت و تبلیغ قادیان)